REGD E.P.NO 67

رجسٹرڈ ای پی نمبر ۶۷

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

ولقد نصرکم اللہ ببدر و انتم اذلۃ

ہفت روزہ

بدر

قادیان

ایڈیٹر:- محمد حفیظ بقاپوری

شرح چندہ سالانہ چھ روپے
ممالک غیر ۷½ روپے
فی پرچہ ۲ ۱ر

جلد ۵ || ۲۲ر تبوک ۱۳۳۵ ہش ۲۳ر صفر ۱۳۷۶ھ ۲۹ر ستمبر ۱۹۵۶ء || نمبر ۳۶

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کی صحت کے متعلق اطلاع

ربوہ ۲۴ر ستمبر۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کل صبح ساڑھے دس بجے ایبٹ آباد سے جابہ ہوتے ہوئے ربوہ تشریف لے آئے۔ حضور کی صحت کے متعلق آج صبح کی اطلاع مظہر ہے کہ

"صحت بفضل تعالیٰ اچھی ہے۔ الحمدللہ"

کل شام تعلیم الاسلام ہائی سکول کے اولڈ بوائز کے اجلاس میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ایک ایمان افروز خطاب فرمایا۔ جس میں انہیں اس قدیم ادارہ سے گہری وابستگی اور اس کی روایات کو زندہ رکھنے کی طرف توجہ دلائی۔ احباب اپنے مقدس آقا کی صحت و سلامتی اور درازی عمر کے لئے التزام سے دعائیں جاری رکھیں۔

اخبار احمدیہ ۲۴ر ستمبر۔ کل حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی کو بار بار دل کی زیارت کے علاوہ دوران سر اور ہائی بلڈ پریشر کی تکلیف رہی۔ آج بھی طبیعت ناساز ہے۔ ۲۴ر ستمبر۔ حضرت مرزا شریف احمد صاحب سلمہ اللہ کی طبیعت ناساز ہے۔ احباب ہر دو معزز وجودوں کی صحت کاملہ و عاجلہ کے لئے دعا فرمائیں۔

ایسی شخصیت کا پتہ جس کے ہاتھ پر بیعت کیجا سکے!

صدق جدید لکھنؤ کی تازہ اشاعت بابت ۲۱ر ستمبر میں "مشورے اور گذارشیں" کے زیر عنوان مندرج پہلا سوال اور اُس کا جواب یہ ہے۔

س۔ جس طرح آپ نے میرے لئے کتب تصوف کے سلسلہ میں تکلیف اُٹھائی ہے اسی طرح کسی ایسی شخصیت کا پتہ بھی بتائیں جس کے ہاتھ پر بیعت کرسکوں!

ج۔ مقدم سوال شخصیت کا نہیں، مقصود و غایت بیعت کا ہے۔ پہلے ذہن کو اس حیثیت سے صاف کیجئے کہ بیعت سے آخر مقصود و غایت کیا ہے؟ وہ اپنے نفس کی اصلاح ہونی چاہئے رضائے الٰہی کی خاطر۔ گویا مقصود المقصود ہوا رضائے الٰہی اور مقصود ٹھہری اصلاح نفس کی سعی۔

اب شخصیت کا معیار ذہن میں لایئے۔ وہ شخص ایسا ہونا چاہئے۔ جس سے آپ کو اپنے نفس کی اصلاح پا جانے کی پوری توقع ہو۔ اور اس شخص کے طریقہ سے آپ اپنے میں مناسبت بھی پاتے ہوں ــ اس کی جانچ کی بہترین صورت ہے طویل صحبت و مجالست اور اگر یہ نہ ممکن ہو تو آخر میں ممتد مراسلت۔

اس کے بعد جس کسی بزرگ پر طبیعت جم جائے اسے کو اصلاح کے لئے اس کے سپرد کیجئے کر دیجئے اور اپنی دل کی پوری کوشش اس کی ہدایات پر چلنے کی کیجئے ــ کل اتنا ہی ہے خلاصہ بیعت و ارشاد۔

نفس استفادہ بھی کتاب کی طرح ہر برگزیدہ شخصیت سے کرتے رہیئے!"

قطع نظر دیئے گئے جواب کی تفصیلات و جزئیات سے ہمارا مقصد اس اقتباس کو نقل کرنے سے ایک تو یہ ظاہر کرنا ہے کہ اس قسم کا سوال درحقیقت ایک فطرتی آواز ہے جسے اس سوال میں الفاظ کا جامہ پہنایا گیا ہے۔ کیونکہ طبعی طور پر انسان اس بات کا ہر وقت محتاج ہے کہ اُس کا ہاتھ پکڑ کر اسے منزل مقصود تک لے جانے والا کوئی ہو پھر اس راہ میں اگر کوئی مشکل در پیش ہو تو اس سے بھی بچا لے جائے۔

جب یہ ایک طبعی تقاضا ٹھہرا تو ضرور ہے کہ خالق فطرت کی طرف سے بھی اس کو پورا کرنے کے نہ صرف سامان ہی بہم پہنچا دیئے گئے ہوں گے۔ بلکہ متعدد افراد ان سامانوں کے ذریعہ اپنے مقصود کو بھی پا چکے ہونگے سو مبارک ہو کہ اس بارہ میں حضرت ہادیٔ کامل صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے اسوۂ حسنہ سے نہ صرف آج سے ۱۳۷۵ سال پہلے فراہمی اسباب کا پتہ چلتا ہے جبکہ صحابہ کرام نے آپ کے مقدس ہاتھ پر بیعت کی اور رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ کا لقب پایا۔ آپ نے اپنے بعد ہر زمانہ میں امام وقت کے ساتھ ہر مسلمان کا تعلق قائم رکھنا ضروری قرار دیا جیسا کہ حضور نے فرمایا:-

من مات بغیر امام مات میتۃ جاھلیۃ (مسند احمد و ترمذی)

جو امام وقت کی بیعت کے بغیر اس جہان فانی سے گذر گیا اُسکی موت جاہلیت کی موت ہے۔

اس لحاظ سے یہ مسئلہ حد درجہ قابل غور اور اہم قرار پاتا ہے۔ اور کسی بھی سچے مسلمان کے لئے یہ جائز نہیں کہ اس پر سنجیدگی سے غور کئے بغیر آگے گذر جائے!!

اس موقعہ پر ہم خلوص نیت اور ہمدردی سے پُرجوش جذبات کے ساتھ یہ بات ظاہر کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی رحمت بے پایاں نے ہمارے زمانہ میں قادیان کی بستی میں اس امام الزمان کو مبعوث فرمایا۔ جن کا نام نامی و اسم گرامی حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام ہے۔ اور اس زمانہ میں بیعت کے حقیقی اغراض و مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے آپ ہی کے ساتھ تعلق پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔

آپؑ نے بیعت کی حقیقت اور اس کے اغراض و مقاصد کی تشریح جہاں جامعیت کے لحاظ سے بے نظیر ہے وہاں اس روحانی چشمہ کا بھی پتہ دیتی ہے۔ جو فی زمانہ بباعث برکت حضرت سید الانبیاء و امام الاصفیاء صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے وجود سے پھوٹ رہا ہے۔ آپؑ نے فرمایا:-

بیعت کی حقیقت "بیعت کا لفظ بیع سے مشتق ہے اور بیع اسی باہمی رضامندی کے معاملہ کو کہتے ہیں جس میں ایک چیز دوسری چیز کے عوض میں دی جاتی ہے۔ سو بیعت سے یہ غرض ہے کہ بیعت کرنے والا اپنے نفس کو مع اس کے تمام لوازم کے ایک رہبر کے ہاتھ میں اس غرض سے بیچے کہ تا کہ اس کے عوض میں وہ معارف حقہ اور برکات کاملہ حاصل کرے جو موجب معرفت اور نجات اور رضامندی باری تعالیٰ ہوں۔

اس سے ظاہر ہے کہ بیعت سے صرف توبہ منظور نہیں کیونکہ ایسی توبہ تو انسان بطور خود بھی کر سکتا ہے۔ بلکہ وہ معارف اور برکات اور نشان مقصود ہیں جو حقیقی توبہ کی طرف کھینچتے ہیں۔ بیعت سے اصل مدعا یہ ہے کہ اپنے نفس کو اپنے رہبر کی غلامی میں دے کہ وہ علوم اور معارف اور برکات اس کے عوض میں لیوے جن سے ایمان قوی ہو اور معرفت بڑھے اور خدا تعالیٰ سے خاص تعلق پیدا ہو اور اس طرح دنیوی جہنم سے رہا ہو کر آخرت کے دوزخ سے مخلصی نصیب ہو اور دنیوی نابینائی سے شفا پا کر آخرت کی نابینائی سے بھی امن حاصل ہو۔"

(ضرورت الامام صفحہ ۲۷)

پھر اس پہلو سے کہ وہ کونسی شخصیت ہے جس کے ہاتھ پر اس وقت بیعت کی جانی چاہیئے نہایت ہی واضح الفاظ میں تمام مسلمان بھائیوں کو مخاطب کرتے ہوئے حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"میں اس جگہ ایک اور پیغام بھی خلق اللہ کو عموماً اور اپنے بھائی مسلمانوں کو خصوصاً پہنچاتا ہوں کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ جو

(باقی صفحہ ۳ پر)

ملک صلاح الدین ایم۔اے پرنٹر و پبلشر نے رانا آرٹ پریس امرتسر سے چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔

ہفت روزہ بدر قادیان
۲۹ ستمبر ۱۹۵۶ء

ایک حقیقی مطالبہ

اگرچہ "مذہبی پیشوا" نامی کتاب کے ناشران کی طرف سے اُس کی فروخت بند کر دینے اور ہندوستان کی بعض ریاستوں میں اس دلآزار کتاب کی ضبطی کے اعلان سے فی الوقت یہ معاملہ ختم ہو گیا ہے۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ یہ واقعہ مسلمانانِ ہند کے دلوں پر ایک غیر معمولی اثر چھوڑ گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ملک کے مختلف اطراف سے ایسے مطالبات پر زور دیا جا رہا ہے جن کا حاصل مطلب یہی ہے کہ ایسے واقعات کا کسی صورت میں بھی ہمارے ملک میں اعادہ نہ ہونے پائے۔

اسی سلسلہ میں رسالہ برہان دہلی میں جس طور سے اس اہم بات کو پیش کیا گیا ہے۔ وہ نہ صرف حکومتِ وقت کی خاص توجہ کا محتاج ہے بلکہ وہ ہر بھارت واسی کو بجائے خود غور و فکر کی دعوت دیتا ہے۔ رسالہ برہان لکھتا ہے:۔

"بڑے شرم اور افسوس کی بات ہے کہ جس ملک میں ڈرامو یا سینما ہاؤس میں سیگریٹ پینا محض اس لئے قانوناً جرم ہو کہ اس سے سیگریٹ نہ پینے والے ساتھیوں کو اذیت اور ناگواری ہوتی ہے اس ملک میں پیغمبر اسلام صلے اللہ علیہ وسلم کی کی توہین اور آپ کی شان میں گستاخی کے واقعات آئے دن ہوتے رہتے ہیں جن کے باعث مسلمان ہی نہیں لاکھوں شریف ہندوؤں اور سکھوں کے دل بھی مجروح ہوتے ہیں لیکن اس کے باوجود حکومت کے پاس کوئی ایسا قانون نہیں ہے جو اس طرح کے شرمناک واقعات کا انسداد کر سکے۔ جہاں گاؤکشی قانوناً ممنوع ہے۔ اگر وہاں کوئی جھوٹ موٹ بھی کہہ دیتا ہے کہ فلاں شخص نے گائے ذبح کی ہے تو اس پر ایک ہنگامہ بپا ہو جاتا ہے۔ لیکن یہاں کروڑوں انسانوں کے دل زخمی ہو جاتے ہیں کسی کو خبر بھی نہیں ہوتی یہ آخر کیا ہے؟ محض وقتی طور پر کتاب کو ضبط کر لینے سے کام نہیں چلتا، ضرورت ہے کہ ایک مستقل اور مؤثر قانون کے ذریعہ اس فساد کا سدِّباب کیا جائے پارلیمنٹ کے ممبروں کو ادھر خاص طور پر توجہ کرنی چاہیئے"

(رسالہ برہان بحوالہ الجمعیۃ دہلی ۹/۵۶-۹-۲۱)

کس قدر حقیقی اور واجبی مطالبہ ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ ہندوستان میں بسنے والی دو بڑی قوموں کے مذہبی احساسات کے لحاظ سے تحفظ ناموس رسول صلے اللہ علیہ وسلم اور امتناع گئوکشی کے مسائل کو غیر معمولی خصوصیت حاصل ہے۔

یہی وجہ ہے کہ آج سے ۴۸ سال پیشتر ملکی حالات کا جائزہ لیتے ہوئے حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے اپنے ہموطنوں کے سامنے جو عظیم الشان صلح کی تجویز رکھی وہ بھی اسی بنیاد پر تھی۔ چنانچہ اس صلح کی تجویز کا خلاصہ آپ ہی کے الفاظ میں یہ تھا:۔

"اگر اس قسم کی صلح تام کے لئے ہندو صاحبان اور آریہ صاحبان طیار ہوں کہ وہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا سچا نبی مان لیں اور آئندہ توہین اور تکذیب چھوڑ دیں تو میں سب سے پہلے اس اقرارنامہ پر دستخط کرنے پر طیار ہوں کہ ہم احمدی سلسلہ کے لوگ ہمیشہ وید کے مصدق ہوں گے اور وید اور اُس کے رشیوں کا تعظیم اور محبت سے نام لیں گے اور اگر ایسا نہ کریں گے تو ایک بڑی رقم تاوان کی جو تین لاکھ روپیہ سے کم نہ ہو گی ہندو صاحبوں کی خدمت میں ادا کریں گے اور اگر ہندو صاحبان دل سے ہمارے ساتھ صفائی کرنا چاہتے ہیں تو وہ بھی ایسا ہی اقرار لکھ کر اس پر دستخط کر دیں۔ اور اس کا مضمون بھی یہ ہو گا کہ ہم حضرت محمد مصطفےٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور نبوت پر ایمان لاتے ہیں۔ اور آپ کو سچا نبی اور رسول سمجھتے ہیں۔ اور آئندہ آپ کو ادب اور تعظیم کے ساتھ یاد کریں گے جیسا کہ ایک ماننے والے کے مناسب حال ہے اور اگر ایسا نہ کریں تو ایک بڑی رقم تاوان کی جو تین لاکھ سے کم نہیں ہو گی احمدی سلسلہ کے پیشرو کی خدمت میں پیش کریں گے۔ . .

. . . لیکن یہ ضروری ہو گا کہ معاہدہ کی تحریر پختہ کرنے کے لئے دونوں فریق کے دس دس ہزار سمجھدار لوگوں کے اس پر دستخط ہوں"

(پیغام صلح)

اس کے ساتھ ہی آپ نے اُس اہم امر کی طرف بھی توجہ دی جس کا تعلق ہندوستان کی اکثریت سے ہے یعنی "گئوکشی کا مسئلہ" چنانچہ آپ نے عامۃ المسلمین کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:۔

"مگر اس کے ساتھ ضرور ہو گا کہ ہندو صاحبان کے ساتھ سچی ہمدردی کے ساتھ پیش آؤ۔ اور سلوک اور مروت اپنی عادت کرو اور ایسے کاموں سے اپنے تئیں باز رکھو جن سے ان کو دکھ پہنچے۔ مگر وہ کام ہمارے مذہب میں نہ واجبات سے ہوں اور نہ فرائض مذہب سے۔

پس اگر ہندو صاحبان اپنے صدق دل سے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو سچا نبی مان لیں اور ان پر ایمان لاویں تو یہ تفرقہ کہ جو گائے کی وجہ سے ہے اس کو بھی درمیان سے اُٹھا دیا جائے۔ جس چیز کو ہم حلال جانتے ہیں ہم پر واجب نہیں کہ ضرور اس کو استعمال بھی کریں۔ بہتری ایسی چیزیں ہیں کہ ہم حلال تو جانتے ہیں مگر کبھی ہم نے استعمال نہیں کیں ان سے سلوک اور احسان کے ساتھ پیش آنا ہمارے دین کی وصایا میں سے ایک وصیت ہے جیسے خدا کو واحدہٗ لاشریک جاننا۔ پس ایک ضروری اور مفید کام کے لئے غیر ضروری کو ترک کرنا خدا کی شریعت کے مخالف نہیں حلال جاننا اور چیز ہے اور استعمال کرنا اور چیز"

(پیغام صلح)

موجودہ حالات میں جبکہ ملک کی اکثر ریاستوں میں گاؤکشی کی قانوناً ممانعت ہو چکی ہے۔ ملک کے بڑے اقلیتی فرقہ کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ کسی مستقل اور مؤثر قانون کا اپنے حق میں مطالبہ کرے۔

سو جہاں تک اس مطالبہ کو پورا کرنے کا سوال ہے وہ خالص طور پر حکومت اور ممبران پارلیمنٹ سے تعلق رکھتا ہے مگر ایک چیز جو اس بات کو زیادہ مؤثر اور زیادہ نتیجہ خیز بنا سکتی ہے وہ یہ ہے کہ خود ملک میں بسنے والی اکثریت اپنے طور پر اس طرف خصوصی توجہ دے اور مسلمانوں کے اپنے ہادی برحق کے حق میں نازک احساسات کی پاسداری کا حق ادا کرے مثلاً آئندہ کے لئے وہ اس بات کا تہیہ کرے کہ وہ ملک میں کوئی ایسا واقعہ دانستہ یا نادانستہ طور پر ہونے نہیں دینگے۔ اُنکے علمی آدمی اپنے قلمی دائرہ میں اس کا اہتمام کریں اور جن کے ہاتھوں میں انتظامیہ کا شعبہ ہے وہ اپنے رنگ میں اس کا حق ادا کریں تا ملک کی بڑی اقلیت یہ یقین کر سکے کہ اگر ایک قانون کے ذریعہ انہیں ایک جائز حق سے محروم کر دیا گیا ہے تو اس بات کی بھی گارنٹی موجود ہے کہ اُنکے عزیز از جان رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین اور آپکی شان میں گستاخی وغیرہ کے واقعات کا اعادہ ہرگز نہیں ہو گا۔

بہرحال مسلمانانِ ہند کی طرف سے اس طریق پر پیش کردہ مطالبہ ایک حقیقی اور واجبی مطالبہ ہے۔

(بقیہ صفحہ نمبر ۱)

لوگ حق کے طالب ہیں وہ سچا ایمان اور سچی ایمانی پاکیزگی اور محبت مولیٰ کا راہ سیکھنے کیلئے اور گندی زیست اور کاہلانہ اور غدارانہ زندگی کے چھوڑنے کے لئے مجھ سے بیعت کریں۔

پس جو لوگ اپنے نفسوں میں کسی قدر یہ طاقت پاتے ہیں انہیں لازم ہے کہ میری طرف آویں کہ میں ان کا غمخوار ہونگا اور اُنکا بار ہلکا کرنے کے لئے کوشش کروں گا۔ اور خدا تعالےٰ میری دعا اور توجہ میں اُنکے لئے برکت دیگا بشرطیکہ وہ ربانی شرائط پر چلنے کے لئے بدل و جان طیار ہونگے۔ یہ ربانی حکم ہے جو آج میں نے پہنچا دیا ہے"

(اشتہار یکم دسمبر ۱۸۸۸ء)

نیز فرمایا:۔

"خدا تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے کہ محض اپنے فضل اور کرامت خاص سے اس عاجز کی دعاؤں اور اس ناچیز کی توجہ کو اُنکی پاک استعدادوں کے ظہور و بروز کا وسیلہ ٹھہراوے اور اس قدوس جلیل الذات نے مجھے جوش بخشا ہے تا میں ان طالبوں کی تربیت باطنی میں مصروف ہو جاؤں اور اُن کی آلودگیوں کے ازالہ کے لئے دن رات کوشش کرتا رہوں اور ان کے لئے وہ نور مانگوں جس سے انسان نفس اور شیطان کی غلامی سے آزاد ہو جاتا ہے اور بالطبع خدا تعالیٰ کی راہوں سے محبت کرنے لگتا ہے اور انکے لئے وہ روح قدس طلب کروں جو ربوبیت تامہ اور عبودیت خالصہ کے کامل جوڑ سے پیدا ہوتی ہے اور اس روح خبیث کی تسخیر سے ان کی نجات چاہوں کہ جو نفس امارہ اور شیطان کے تعلق شدید سے جنم لیتی ہے" (اشتہار ۴ر مارچ ۱۸۸۹ء)

خطبہ جمعہ

سورۂ فاتحہ میں اللہ تعالیٰ نے ہر قوم اور ہر زمانہ کے لوگوں کیلئے ہدایت اور راہنمائی کا سامان مہیا فرما دیا ہے

موجودہ فتنہ میں حصہ لینے والوں کیلئے صحیح رستہ یہ تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے اور مخالف اخبارات کے بیانات کی تردید شائع کراتے

از حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔ فرمودہ ۱۴؍ ستمبر ۱۹۵۶ء بمقام مری

سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

سورۂ فاتحہ

قرآن کریم کی ایک ایسی سورۃ ہے۔ جو ہر جگہ پر کام آجاتی ہے۔ یوں تو سارا قرآن ہی ایسا ہے۔ جو نور اور ہدایت سے معمور ہے۔ لیکن سورہ فاتحہ میں یہ خوبی ہے کہ یہ سات چھوٹی چھوٹی آیتوں کی سورۃ ہے۔ اور قرآن کریم کے تمام مضامین اجمالی طور پر اس کے اندر پائے جاتے ہیں میں ابھی بچہ تھا کہ

میں نے خواب میں دیکھا

کہ مجھے ایک فرشتہ نے سورۂ فاتحہ کی تفسیر سکھائی ہے۔ یہ خواب میں نے اپنی ناتجربہ کاری کی وجہ سے (کیونکہ درحقیقت یہ ماموریں کا کام ہوتا ہے کہ وہ دوسروں کو اپنی خوابیں اور الہامات سنائیں) اپنے ساتھیوں کو بھی سکول میں سنا دی اور انہیں کہا کہ مجھے یقین ہے۔ کہ جب بھی میں سورۂ فاتحہ پر غور کروں گا۔ اللہ تعالیٰ مجھے اس کے نئے نئے مضامین اور مطالب سمجھائے گا۔ اتفاق ایسا ہوا کہ انہی دنوں ہمارے مدرسہ کی ٹیم کا خالصہ کالج امرتسر کی ٹیم کے ساتھ میچ مقرر ہو گیا۔ چنانچہ ہماری ٹیم میچ کھیلنے کے لئے امرتسر گئی۔ میں اگرچہ کھلاڑی تھا مگر اس ٹیم میں شامل نہیں تھا تاہم دوست مجھے بھی اپنے ساتھ لے گئے۔ جب میچ ہوا تو ہماری ٹیم نے سکھوں کے خالصہ کالج کی ٹیم کو بڑی

بری طرح شکست

دی۔ اس پر مسلمان بڑے خوش ہوئے۔ اور انجمن اسلامیہ امرتسر والوں نے جن کے سیکرٹری یا پریذیڈنٹ شیخ صادق حسن بھی رہے ہیں کہا کہ ہم اس خوشی میں آپ لوگوں کو ایک پارٹی دینا چاہتے ہیں۔ چنانچہ پارٹی ہوئی۔ اور میرے ساتھی مجھے بھی اس میں لے گئے۔ ہم وہاں بیٹھے ہی تھے کہ ان کا ایک عہدیدار میرے پاس آیا۔ اور کہنے لگا۔ کہ اب آپ نے تقریر بھی کرنی ہے

میں حیران ہوا

کہ مجھے تو نہ تقریر کی عادت ہے۔ اور نہ اس موقعہ کے لئے میں نے کوئی تیاری کی ہوئی ہے۔ میں بغیر تیاری کے کیا تقریر کروں گا۔ پھر لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ کوئی نئی بات بیان کی جائے۔ تو وہ اسے پسند کرتے ہیں۔ لیکن اگر پرانی باتیں بیان کی جائیں، تو کہتے ہیں۔ ان باتوں کا کیا ہے یہ باتیں تو ہم نے بارہا سنی ہوئی ہیں۔ بہرحال میں تقریر کے لئے کھڑا ہوا۔ اور میں نے اسوقت سورۃ فاتحہ پڑھی فاتحہ کے پڑھتے ہی مجھے خیال آیا کہ ابھی میں اپنے ساتھیوں کو بتا رہا تھا۔ کہ فرشتے نے مجھے

سورۂ فاتحہ کی تفسیر

سکھائی ہے۔ اور مجھے یقین ہے کہ جب بھی میں اس پر غور کروں گا۔ اللہ تعالیٰ مجھے اس کے نئے نئے مضامین سمجھائے گا۔ اب اگر میں نے سورۂ فاتحہ سے کوئی نئی بات بیان نہ کی۔ تو یہ لوگ اعتراض کریں گے کہ ہم نے اس رؤیا کے بعد پہلی دفعہ تقریر میں آپ سے سورۂ فاتحہ سنی۔ اور پھر بھی آپ نے پرانے مضامین ہی دہرا دیئے اس خیال سے میں بڑا گھبرایا۔ مگر معاً اللہ تعالیٰ نے

میرے دل میں ایک نکتہ ڈال دیا

اور میں نے کہا کہ سورۂ فاتحہ ایک ایسی سورۃ ہے کہ جس کے پڑھنے سے اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کے علم غیب کا نقشہ آنکھوں کے سامنے کھنچ جاتا ہے۔ مفسرین کہتے ہیں کہ یہ سورۃ پہلی دفعہ مکہ میں اور دوسری دفعہ مدینہ میں نازل ہوئی ہے۔ جب یہ سورۃ پہلی دفعہ مکہ میں نازل ہوئی تو اس وقت

سارا مکہ مشرک تھا

عیسائی اور یہودی نہ تھا عیسائیوں کے صرف ایک دو غلام تھے جو مکہ میں رہتے تھے۔ اور یہودی تو وہاں کوئی تھا ہی نہیں پھر جب آپ مدینہ تشریف لے گئے تو بے شک یہودیوں کے کچھ قبائل مدینہ میں اور کچھ خیبر میں موجود تھے۔ مگر عرب پر اصل حکومت مشرکوں کی ہی تھی۔ غرض مکہ میں بھی مشرک تھے اور مدینہ میں بھی مشرک تھے۔ مگر دعا یہ سکھلائی گئی۔ کہ یا اللہ تو ہمیں یہودی بننے سے بچائیو۔ حالانکہ

چاہیئے یہ تھا

کہ سب سے پہلے یہ دعا سکھائی جاتی۔ کہ یا اللہ ہمیں مشرک ہونے سے بچائیں یا اللہ ہمیں مکہ والوں کے دین میں داخل ہونے سے بچائیو مگر کہا یہ گیا ہے۔ کہ خدایا ہم مغضوب اور ضال نہ ہو جائیں اور جیسا کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کی تشریح فرمائی ہے۔ مغضوب سے یہود اور ضالین سے نصاریٰ مراد ہیں۔ حالانکہ جیسا کہ میں نے بتایا ہے۔ اس وقت مکہ میں صرف چند عیسائی تھے اور وہ بھی نہایت ادنیٰ حالت میں تھے۔ اور مکہ کے لوہاروں کے پاس نوکر تھے باقی سارے مشرک تھے۔ مگر دعا سکھاتے وقت مشرکوں کا کوئی ذکر نہیں کیا گیا۔ اسی طرح جب مدینہ میں یہ سورۃ دوبارہ نازل ہوئی تو اس وقت بھی مدینہ میں یہود کا کوئی زور نہیں تھا۔ ان کے صرف ایک دو قبیلے موجود تھے۔ مگر زیادہ طاقت مشرکوں کو ہی حاصل تھی۔ بے شک روم میں

عیسائیوں کی حکومت

تھی۔ مگر عرب لوگ روم کی کوئی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ وہ سمجھتے تھے کہ ایران کی حکومت بڑی ہے۔ اور پھر وہ بھی مدینہ سے آٹھ سو میل دور تھی۔ غرض مکہ اور مدینہ اور عرب کے دوسرے شہروں میں یہودیوں اور عیسائیوں کا کوئی زور نہیں تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے کہا تم

دعا یہ کرو

کہ ہم عیسائی نہ ہو جائیں۔ جن کے مکہ میں صرف ایک دو غلام تھے۔ اور دعا یہ کرو کہ ہم یہودی نہ ہو جائیں۔ حالانکہ مدینہ میں اگرچہ کچھ یہود موجود تھے۔ مگر وہ مشرکوں کے تابع تھے۔ خود ان کو کوئی طاقت حاصل نہیں تھی۔ غرض مشرکوں کو طاقت حاصل تھی۔ اور جن کا غلبہ تھا۔ ان کا تو کوئی ذکر نہیں کیا گیا۔ اور یہودیوں اور عیسائیوں کا ذکر کیا گیا ہے اور ان کے فتنہ سے بچنے کی دعا سکھائی گئی ہے یہ کتنی عجیب بات ہے۔

یہ سوال تھا

جو میں نے اپنی تقریر میں اٹھایا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کا جواب بھی سمجھا دیا۔ اور میں نے کہا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ یہودیوں اور عیسائیوں نے دنیا میں قائم رہنا تھا لیکن مکہ کا مذہب اس وقت تباہ ہو جانے والا تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کہ تم مکہ والوں کی پرواہ نہ کرو۔ تم یہ دعا کرو کہ تم یہودی اور عیسائی نہ ہو جاؤ۔ کیونکہ انہوں نے قائم رہنا ہے۔

میری اس تقریر کا ان لوگوں پر بڑا اثر ہوا اور بعد میں بھی وہ میرا شکریہ ادا کرنے کے لئے میرے پاس آئے۔ غرض سورہ فاتحہ اور اھدنا الصراط المستقیم کی دعا اپنے اندر بڑی بھاری برکات رکھتی ہے۔ اور جو شخص بھی التزام کے ساتھ یہ دعا کرتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی مدد سے محروم نہیں رہتا۔

مجھے یاد ہے

ایک دفعہ ایک غیر احمدی مولوی جو ہوشیارپور کا رہنے والا تھا میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ مرزا صاحب کی صداقت کا آپ قرآن سے کوئی ثبوت پیش کریں۔ حدیث میں نہیں مانتا۔ صرف قرآن کو تسلیم کرتا ہوں۔ اس لئے آپ قرآن سے مرزا صاحب کی صداقت ثابت کریں۔ میں نے کہا۔ اگر میں کوئی آیت پیش کروں گا۔ تو ممکن ہے اس سے آپ کو تسلی نہ ہو۔ اس لئے آپ خود قرآن کریم کی کوئی آیت پڑھ دیں۔ میں اسی سے حضرت مرزا صاحب کی صداقت ثابت کر دوں گا۔ اس سے پہلے یہ سوال اٹھ چکا تھا کہ قرآن کریم کے ہوتے ہوئے مرزا صاحب کی کیا ضرورت ہے۔ جب میں نے کہا کہ آپ قرآن کریم کی کوئی آیت پڑھ دیں۔ میں اسی سے ثابت کر دوں گا کہ حضرت مرزا صاحب سچے ہیں۔ تو اس نے سورہ بقرہ کے دوسرے رکوع کی یہ آیت پڑھ دی کہ ومن الناس من یقول اٰمنا باللہ وبالیوم الاٰخر وماھم بمومنین۔ یخادعون اللہ والذین اٰمنوا وما یخدعون الا انفسھم وما یشعرون فی قلوبھم مرض فزادھم اللہ مرضا ولھم عذاب الیم بما کانوا یکذبون اس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ صرف منہ سے کہہ

دیتا کہ ہم ایمان لاسے کافی نہیں ہوتا۔ بلکہ کئی لوگ ایسے ہوتے ہیں۔ جو منہ سے تو کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور یوم آخر پر ایمان لائے ہیں لیکن خدا کے نزدیک وہ مومن نہیں ہوتے۔ وہ اپنے دعوے کے ذریعہ مومنوں کو اور اللہ کو دھوکا دینا چاہتے ہیں۔ لیکن ان کے دھوکے کا نتیجہ ان کی اپنی جانوں کو ملتا ہے۔ ان کے دلوں میں مرض ہے۔ اور اللہ تعالے نے ان کی انہی باتوں کی وجہ سے ان کی مرض کو بڑھا دیا ہے۔ اللہ تعالے ایسی تدبیر کرے گا کہ ان کے جھوٹ بولنے کی وجہ سے ان کو دردناک عذاب پہنچے گا۔

دوسری طرف قرآن کریم فرماتا ہے۔ کہ وما کنا معذبین حتیٰ نبعث رسولا۔ جب تک ہم رسول نہ بھیج لیں قوم پر عذاب نازل نہیں کیا کرتے۔ اب بتایئے کہ اللہ تعالے تو یہ فرماتا ہے۔ کہ بسا اوقات لوگ کہتے ہیں۔ کہ ہم ایمان لا رہے ہیں۔ لیکن درحقیقت وہ مومن نہیں ہوتے۔ اللہ تعالے ان کی مرض کو بڑھاتا چلا جاتا ہے۔ اور آخر ان کو عذاب دینے کے لئے رسول مبعوث کرتا ہے۔ اب آپ خود ہی بتائیں۔ کہ تیس سیپاروں میں سے آپ نے یہ آیت چنی تھی۔ اور اس نیت سے چنی تھی کہ مرزا صاحب سچے ثابت نہ ہوں۔ لیکن یہی آیت آپ کی صداقت کا ثبوت ہے۔ اس پر وہ سخت حیران ہوا کہنے لگا کہ بے شک اس آیت سے تو میرا اعتراض حل ہو جاتا ہے

غرض سورہ فاتحہ میں اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم والی دعا بڑی جامع دعا ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ لوگ اس کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ ورنہ ہدایت کا میسر آنا ان کے لئے کوئی مشکل نہ رہے

قادیان میں ایک دفعہ

ایک ہندو میرے پاس آیا

اور کہنے لگا کہ مجھے میرے آقا نے آپ کے پاس بھجوایا ہے۔ اور دریافت کیا ہے کہ کیا نور ملنے کا بھی کوئی طریق ہے؟ پہلے تو اس نے یہ نہ بتایا کہ کون اس کا آقا ہے۔ اور وہ کہاں رہتا ہے۔ اور بات کو چھپانا چاہا مگر جب میں نے جرح کی۔ تو کہنے لگا کہ وہ بڑے ٹھیکیدار ہیں۔ ان کے پاس عمارتوں اور نہروں کا ٹھیکہ ہوتا ہے۔ اور ہندوستان میں ان کا ایک بڑا لوہار ی کارخانہ بھی ہے۔ آخر بہت سی باتوں کے بعد یہ نتیجہ نکلا کہ

سردار بلدیو سنگھ صاحب

جو ہندوستان کے ڈیفنس منسٹر رہے ہیں

ان کے والد نے اسے بھیجا تھا۔ ٹاٹا نگر کے پاس ان کا بڑا لوہاری کارخانہ ہے۔ میں نے اس سے پوچھا کہ وہ تو سکھ ہیں۔ اور تم ہندو ہو۔ تمہارا ان کے ساتھ کیسے تعلق ہوا۔ اس پر اس نے کہا۔ کہ میں اور وہ بچپن میں اکٹھے پڑھتے رہے ہیں۔ اور ان کے ساتھ میری بڑی دوستی ہے۔ اب انہوں نے اس دوستی کی وجہ سے ایک دفتر کا مجھے انچارج بنایا ہوا ہے۔ اور

مذہبی خیالات کا تبادلہ

مجھ سے کرتے رہتے ہیں۔ انہوں نے مجھ سے کہا تھا کہ تم مرزا صاحب سے جا کر پوچھو۔ کہ کیا نور ملنے کی بھی کوئی تدبیر ہے۔ میں نے کہا یہ ہماری تو اصطلاح نہیں۔ سکھوں کا ایک محاورہ ہے۔ جو ان میں رائج ہے۔ مگر بہرحال ہم جس چیز کو ہدایت کہتے ہیں وہ اس کا نام نور رکھتے ہیں۔ اور

ہدایت ملنے کا راستہ

میں بتانے کے لئے تیار ہوں۔ مگر چونکہ اس نے شروع میں ہی کہہ دیا تھا۔ کہ وہ بڑے مالدار ہیں۔ اور کروڑپتی ہیں۔ اس لئے میں نے ساتھ ہی یہ بھی کہا۔ کہ گو میں عیسائی نہیں مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بزرگی کا قائل ہوں۔ اور آپ فرماتے ہیں کہ اونٹ کا سوئی کے ناکے میں سے گذر جانا آسان ہے۔ لیکن دولت مند کا

خدا کی بادشاہت

میں داخل ہونا مشکل ہے۔ اب خواہ میں عیسائی نہیں مگر پھر بھی میرے مسلمہ بزرگوں میں سے ایک بزرگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہہ چکے ہیں کہ دولت مند کو ہدایت ملنی ناممکن ہے۔ اس لئے گو میں تمہیں نور حاصل کرنے کا راستہ بتا دوں گا مگر میں سمجھتا ہوں کہ وہ نور کو قبول نہیں کریں گے۔ کہنے لگا یہ کس طرح ہو سکتا ہے۔ کہ نور مل بھی جائے۔ اور پھر بھی انسان اس کو چھوڑ دے میں نے کہا۔ حضرت مسیح نے ایسا ہی کہا ہے۔ اس لئے

میں سمجھتا ہوں

کہ انہوں نے نور دیکھنے کے باوجود نور کو قبول کرنے کی کوشش نہیں کرنی۔ خیر باتیں ہوتی رہیں۔ میں نے اس سے کہا۔ کہ مجھے تو خود مسلمان بھی کافر کہتے ہیں۔ پھر تم میرے پاس کیوں آئے ہو۔ کہنے لگا میرا آقا کہتا تھا۔ کہ ہم مسلمان پیروں کے پاس بھی گئے ہیں۔ ہندوؤں کے پاس بھی گئے ہیں۔ اور سکھوں کے پاس بھی گئے ہیں۔ مگر ہمیں کہیں نور نہیں ملا۔ اب میلوان کے پاس بھی جا کر دیکھ لیں میں نے کہا میں نور دکھانے کا ذمہ دار ہوں مگر مسیح کی بات پوری ہو کر رہتی ہے کہ تم نے اسے ماننا نہیں۔ کہنے لگا۔ یہ تو

عجیب بات ہے

کہ نور بھی مل جائے۔ اور پھر بھی انسان اسے قبول نہ کرے۔ میں نے کہا۔ ایک خدا رسیدہ انسان نے ایسا کہا ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ بالکل درست ہے۔ اس نے کہا آپ ہمیں نور ملنے کا راستہ بتائیں۔ وہ اسے ضرور قبول کریں گے۔ اس پر میں نے اسے یہی

اھدنا الصراط المستقیم

والی دعا

لکھوا کر دے دی۔ اور میں نے کہا کہ تم اس کے معنے پہلے اچھی طرح سمجھ لو۔ اس میں یہ نہیں لکھا۔ کہ الٰہی میں مسلمان ہو جاؤں۔ اگر یہ دعا سکھائی جاتی تو تم کہہ سکتے تھے۔ کہ میں تو ہندو ہوں۔ میں مسلمان ہونے کی دعا کس طرح مانگ سکتا ہوں۔ تمہارا آقا کہہ سکتا تھا کہ میں تو سکھ ہوں میں مسلمان ہونے کی دعا کس طرح مانگ سکتا ہوں۔ اگر میں یہ دعا کروں۔ تو اس کے معنے یہ ہیں۔ کہ پہلے اپنے مذہب کی سچائی پر شک کروں۔ اور میں اس کے لئے تیار نہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ میرا مذہب ہی سچا ہے۔ مجھے کسی اور مذہب کے قبول کرنے کی ضرورت نہیں۔ پس اگر اس میں مسلمان ہونے کی دعا سکھلائی جاتی۔ تو تمہیں اس پر اعتراض ہو سکتا تھا۔ لیکن اس میں

دعا یہ سکھائی گئی ہے

الٰہی مجھے سیدھا راستہ دکھا۔ اور سیدھے راستہ کی دعا ہر شخص کر سکتا ہے۔ اور ہر شخص اس کا محتاج ہوتا ہے۔ تمہارے آقا کو سکھ ہونے کے باوجود ضرورت ہے کہ اسے سیدھا راستہ نظر آئے اور تمہیں ہندو ہونے کے باوجود ضرورت ہے کہ تمہیں سیدھا راستہ نظر آئے پس یہ دعا ایک بڑی جامع دعا ہے اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی صداقت کا ایک بڑا زبردست ثبوت ہے۔ کیونکہ اس میں یہ دعا نہیں سکھائی گئی کہ الٰہی ہمیں اسلام کا راستہ دکھا۔ بلکہ یہ دعا سکھائی گئی ہے کہ الٰہی ہمیں سیدھا راستہ دکھا اس سے معلوم ہوا کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یقین تھا کہ میں ہی سیدھے راستہ پر ہوں اور جب کوئی سیدھے راستہ کی دعا مانگے گا تو ضرور اللہ تعالے اسے میرے پاس بھیجے گا

غرض میں نے اپنے پرائیویٹ سیکرٹری کو بلایا اور اسے کہا کہ چونکہ

یہ عربی نہیں جانتے

اس لئے اس دعا کا ترجمہ انہیں پنجابی میں لکھ کر دے دو۔ چنانچہ انہیں اس کا پنجابی ترجمہ لکھ کر دے دیا گیا۔ اور میں نے کہا روزانہ سوتے وقت آپ لوگ یہ دعا پڑھا کریں۔ مگر جس وقت یہ دعا کریں اس وقت اپنے دل میں اللہ تعالے سے عہد کریں کہ اے خدا تو ہمیں جو بھی ہدایت دکھائے گا ہم اسے قبول کر لیں گے۔ اگر اس دعا کے کرتے وقت آپ نے دل میں یہ فیصلہ نہ کیا کہ خدا جو بھی ہدایت دے گا ہم اسے قبول کریں گے۔ تو اللہ تعالے آپ کو نور نہیں دکھائے گا۔ کیونکہ اللہ تعالے مداری نہیں۔ وہ حقتولی کھیلیں دکھایا نہیں کرتا۔ ہاں اگر آپ کے دل کی کمزوری کی وجہ سے بعد میں آپ سے کچھ غلطی ہو جائے تو اور بات ہے چور چوری سے توبہ کرتا ہے اور اللہ تعالے اسے قبول کر لیتا ہے۔ حالانکہ دوسرے دن وہ توبہ توڑ کر پھر چوری کرنے لگ جاتا ہے۔ پس اگر نفس میں کوئی کمزوری ہوئی تو اللہ تعالے اس کی پرواہ نہیں کرے گا۔ وہ صرف یہ دیکھے گا کہ اس وقت آپ کی نیت یہ ہے کہ اس کی ہر ہدایت کو قبول کریں گے۔ اس پر وہ چلا گیا۔ پندرہ بیس دن کے بعد اس کی چٹھی آئی کہ آپ کی بات سچی ہو گئی۔ خدا تعالے کا نور میرے آقا کو نظر آ گیا ہے مگر اس کے ساتھ ہی آپ کی یہ

دوسری بات بھی سچی ہو گئی

کہ ان سے مانا نہیں جائے گا۔ اب نور تو نظر آ گیا ہے۔ مگر انہیں اس کو قبول کرنے کی ہمت نہیں معلوم ہوتا ہے۔ اللہ تعالے نے اسے اسلام کی صداقت کے متعلق کوئی اشارہ کر دیا ہو گا مگر پھر اس نے سوچا ہو گا کہ اگر میں نے اسلام قبول کر لیا تو میرے بیٹے کی وزارت بھی جائے گی اور میرا کارخانہ بھی تباہ ہو جائے گا۔ اس لئے اسلام قبول کرنے کا کیا فائدہ؟

غرض اللہ تعالے نے ہر قوم اور ہر زمانہ کے لوگوں کے لئے اس دعا میں

ہدایت اور راہنمائی کا سامان

رکھا ہوا ہے۔ مگر افسوس ہے کہ لوگ اس سے فائدہ نہیں اٹھاتے اور وہ سیدھا راستہ اختیار کرنے کی بجائے غلط راستہ اختیار کر لیتے ہیں۔ مثلاً

موجودہ فتنہ میں

بھی یہ راستہ کھلا تھا کہ وہ لوگ جنہوں نے اس میں حصہ لیا ہے وہ اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرتے کہ الٰہی ہمیں سیدھا راستہ دکھا مگر میں نے دیکھا ہے کہ وہ لوگ جنہوں نے ان دنوں جماعت سے علیحدگی اختیار کیا ہے۔ ان میں سے صرف ایک شخص ایسا ہے جس نے صحیح راستہ اختیار کیا ہے باقی کسی نے بھی صحیح طریق اختیار نہیں کیا۔ اس نے پہلے توبہ کی مگر جب اسے کہا گیا کہ تمہاری توبہ کا کیا اعتبار ہے۔ تو اس نے جھٹ ایک مخالف اخبار کے بیان کی تردید لکھ کر اسے بھجوا دی کہ مجھ پر کوئی ظلم نہیں کیا گیا اور میرے بیوی بچے بھی میری تحویل میں ہیں پھر اس کی ایک نقل الفضل میں بھی بھجوا دی اور لکھا کہ میں

احمدیت پر قائم ہوں

یہ لوگ جھوٹ بولتے ہیں کہ مجھ سے میرے بیوی بچے چھین لئے گئے ہیں مگر باقیوں کو یہ توفیق نہیں ملی کہ وہ یہی طریق اختیار کرتے انہوں نے صرف معافی کی چٹھیاں لکھ دیں۔ مگر جب ان سے کہا گیا کہ مخالف اخباروں میں جو کچھ لکھا گیا ہے تم اس کی بھی تردید کرو تو انہوں نے یہ بہانہ بنا لیا کہ وہ کوئی ہمارے اختیار میں ہیں کہ ہم تردید لکھیں اور وہ اسے شائع کر دیں۔ حالانکہ اگر وہ اخبار ان کے اختیار میں نہیں تھے تو الفضل تو ان کے اختیار میں تھا۔ وہ ان اخباروں کو بھی تردید بھجوا دیتے اور الفضل کو بھی اس کی نقل بھیج دیتے۔ اگر ان میں سے کسی کے متعلق یہ کہا گیا تھا کہ وہ خلافت کا امیدوار ہے۔ تو وہ لکھتا کہ

ایک خلیفہ کی موجودگی میں

میں خلافت کے امیدوار پر لعنت بھیجتا ہوں اور اس کو اسلام اور احمدیت کی تعلیم کے بالکل خلاف سمجھتا ہوں اور جن لوگوں نے میرے متعلق کہا ہے کہ یہ خلافت کے مستحق ہیں۔ میں ان کو اپنا دوست نہیں سمجھتا بلکہ ان کو اپنا دشمن اور خبیث سمجھتا ہوں اسی طرح اور باتیں جو سلسلہ کے خلاف لکھی ہیں ان کی تردید کرتے اور اگر دوسرے اخبار نہ چھاپتے تو الفضل میں بھجواتے اور اگر الفضل نہ چھاپتا تو میرے پاس شکایت کرتے کہ اب ہمارے لئے کونسا رستہ کھلا ہے۔ لیکن میں دیکھتا ہوں کہ باوجود اس کے ڈیڑھ مہینہ سے کر دو مہینہ تک وقت گزر چکا ہے انہوں نے یہ صحیح طریق اختیار نہیں کیا بلکہ صرف مجھے معافی کے خط لکھ دیتے ہیں تا کہ سلسلہ کے دشمنوں کے ساتھ بھی دوستی قائم رہے اور میں بھی خوش ہو جاؤں۔ کوئی عقلمند اس طریقے کو ماننے کے لئے تیار نہیں

صحیح طریق وہی تھا

جو صالح نور نے اختیار کیا۔ ہم نے اسے ابھی تک معاف نہیں کیا مگر اس نے راستہ سیدھا اختیار کیا ہے اور اگر اس طریق پر وہ چلتا رہا تو کسی نہ کسی دن اس کی توبہ بھی قبول ہو جائے گی۔ لیکن دوسرے لوگوں کی طرف سے صرف معافی نامے آتے رہتے ہیں اور معافی کا جو صحیح طریق ہے اس کو وہ اختیار نہیں کرتے قریباً ہر شخص جو اس فتنہ میں ملوث ہے اس کی طرف سے مجھے معافی کے خطوط آ چکے ہیں مگر

سوال یہ ہے

کہ کیا وہ مخالف اخباروں کو نہیں پڑھتے اگر پڑھتے ہیں تو ان کو چاہئیے تھا کہ وہ ان اخبار والوں کو لکھتے کہ ہم ان عقیدوں میں تمہارے ساتھ متفق نہیں اور اگر وہ اخبار ان کے اعلانات کو نہ چھاپتے تو ہمیں لکھتے کہ ہم نے ان اخباروں کو تردید لکھ کر بھجوائی تھی مگر انہوں نے شائع نہیں کیں۔ اب "الفضل" میں ہماری طرف سے یہ تردید میں شائع کرا دی جائیں۔ اگر وہ ایسا کرتے تو ہمیں ان کی بات پر اعتبار آتا اور ہم سمجھتے کہ انہوں نے درست قدم اٹھایا ہے۔ مگر اخبارات کی تردید نہ کرنا اور ہمیں معافی کی چٹھیاں لکھتے چلے جانا

بالکل غلط طریق ہے

اگر وہ دیانتداری سے سمجھتے ہیں کہ اخبارات میں ان کے متعلق جھوٹ لکھا گیا ہے تو ان کا فرض ہے کہ وہ ان اخبار والوں کی تردید کریں۔ جیسا کہ خادم صاحب نے پچھلے دنوں کیا۔ انہوں نے لکھا کہ ایک دن

حاجی اللہ دتا صاحب

جو گجرات کے رئیس ہیں میرے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ انہوں نے باتوں باتوں میں مجھ سے پوچھا کہ آجکل اخبارات میں آپ کی جماعت کے کسی اندرونی انتشار کا ذکر ہو رہا ہے یہ کیا معاملہ ہے میں نے کہا یہ ان اخبارات کا پرانا شیوہ ہے۔ اور ہمیشہ ہمارے خلاف جھوٹی خبریں شائع کرتے رہتے ہیں۔ اتنے میں ایک شخص اخبار "سفینہ" ہاتھ میں لئے کمرہ میں داخل ہوا۔ جس میں مجھے بھی مخالفوں میں شامل کیا ہوا تھا۔ میں نے حاجی صاحب کو پرچہ دیا اور کہا کہ دیکھئے اس میں یہ لکھا ہے آپ میرے سامنے بیٹھے ہیں۔ بتائیے کیا میں خلیفۃ المسیح کے موافقوں میں ہوں یا مخالفوں میں۔ انہوں نے کہا نہیں آپ تو بڑے مخلص ہیں۔ میں نے کہا اب آپ ہی فیصلہ کر لیجئے کہ جس طرح میرے متعلق "سفینہ" نے یہ جھوٹ بولا ہے۔ اسی طرح اوروں کے متعلق کیوں نہیں بول سکتا چنانچہ اسی وقت انہوں نے اس کی تردید لکھ کر مجھے بھجوا دی جو الفضل میں شائع ہو چکی ہے۔ اسی طرح اگر دوسرے اخبارات ان لوگوں کی جن پر شک کیا جا رہا ہے تردیدیں شائع نہ کرتے تو کم از کم اخبار "الفضل" میں تو وہ چھپوا سکتے تھے۔ اور

اخبار الفضل

ہر احمدی جماعت میں جاتا ہے۔ اگر وہ واقعہ میں میری بیعت میں شامل ہیں اور اس بیعت پر قائم رہنا چاہتے ہیں تو بجائے اس دفعہ بھی اگر ان کو مخالف اخبارات کی تردیدیں لکھ کر بھجوانی پڑیں تو بھجوائیں۔ اور اگر وہ شائع نہ کریں تو الفضل کو بھجوائیں۔ اگر الفضل شائع نہ کرے تو پھر بے شک میرے پاس شکایت کی جائے مگر وہ یہ طریق اختیار نہیں کرتے اور پھر معافی کے خطوط لکھنا کافی سمجھ لیتے ہیں۔ حالانکہ ان کی طرف سے پہلے

مخالف اخبار کے بیانات

کی تردید ہونی ضروری ہے اگر وہ یہ طریق اختیار کرتے اور دوسرے اخباروں کو تردیدیں بھجوا دیتے۔ اور اگر وہ شائع نہ کرتے تو الفضل کو بھجوا دیتے تو یہ بالکل سیدھا راستہ تھا مگر انہوں نے یہ سیدھا راستہ اختیار نہیں کیا اور صرف اتنا کافی سمجھ لیا کہ ہم نے معافی کے خطوط لکھ دیئے ہیں۔ حالانکہ معافی کے وہ خطوط جو میرے پاس آئے ہیں ان سے غیر احمدیوں کو حقیقت حال کس طرح معلوم ہو سکتی ہے ابھی ایک شخص کی طرف سے مجھے معافی کا پیغام آیا۔ تو میں نے اس کے جواب میں اسے کہلا بھیجا کہ تم پہلے فلاں فلاں بات کی تردید کرو اس کے بعد تمہاری معافی پر غور کیا جائے گا تمہارے

بعض دوستوں نے

ایک مجلس میں کہا تھا کہ میری کسی بیوی کے خطوط اس کے پاس موجود ہیں جن میں اس نے میرا کچا چٹھا لکھا ہے۔ اس کے بعد "سفینہ" میں بھی یہی مضمون آیا کہ ہمارے پاس ان کی ایک بیوی کے خطوط موجود ہیں۔ جن میں اس نے ان کی کرتوتیں ایک سہیلی کو لکھی ہیں۔ میں نے کہا تمہارے دوستوں کے اس بیان اور "سفینہ" کے اس بیان کے بعد اگر میں تمہارے پیغاموں یا خطوں پر تم کو معاف کر دوں۔ تو تھوڑے دنوں کے بعد تم اور تمہارے دوست ساری دنیا میں یہ پراپیگنڈا کرتے پھریں گے کہ آخر کوئی بات تھی تبھی وہ ڈر گئے۔ پس اب تو

معافی کا سوال اس وقت پیدا ہوگا

جب ایسے خطوط شائع ہو جائیں گے۔ اور میں جواب دے دوں گا اور ساری دنیا کو میرے جواب کا علم ہو جائے گا۔ اس سے پہلے معافی دے کر اپنا الزام لینے سے مجھے کیا فائدہ ہے بہرحال سورہ فاتحہ میں

اللہ تعالیٰ نے یہی راہنمائی کی ہے

کہ تم مغضوب اور ضال یعنی یہودیوں اور عیسائیوں والا طریق اختیار نہ کرو۔ ان کا بھی یہی طریق تھا کہ وہ بغیر سوچے سمجھے ایک راہ کو اختیار کر لیتے اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا موجب بن جاتے۔ اگر یہ لوگ سیدھی طرح صداقت اختیار کریں تو نہ کوئی سزا رہتی ہے اور نہ جماعت سے اخراج کا کوئی سوال رہتا ہے اگر ایک شخص الفضل والوں کو اپنے دستخطوں کے ساتھ یہ لکھ کر بھجوا دیتا ہے کہ میرے متعلق جو یہ کہا جاتا ہے کہ میں خلافت کا امیدوار ہوں یہ بالکل جھوٹ ہے۔ ایک خلیفہ کی موجودگی میں میں خلافت کے امیدوار پر لعنت بھیجتا ہوں۔ اور اگر کوئی دوست میری نسبت ایسے خیال کا اظہار کرتا ہے کہ خلیفہ کی موجودگی میں ـــــ

ـــــ باالسی کے بعد یہ شخص خلافت کا مستحق ہے تو میں اس کو بھی جھوٹا سمجھتا ہوں۔ گذشتہ بیس سال میں میں دیکھ چکا ہوں کہ پیغامی جماعت حضرت خلیفۃ المسیح کی ہتک کرتی رہی ہے اور مبائعین ان کا دفاع کرتے رہے ہیں تو اس کے بعد وہ یہ احمدی سے کہہ سکتے تھے کہ

اب ہم اور کیا طریق اختیار کریں

پھر اگر میرے پاس ان کی منافقت کی کوئی اور دلیل ہوتی تو میں اسے شائع کر دیتا ورنہ میں بھی سمجھ لیتا اور جماعت بھی اس نتیجہ پر پہنچ جاتی

کہ اب یہ لوگ صفائی کے لئے جو کچھ کر سکتے تھے کر چکے ہیں۔ مگر اب تو ہم ہی ان پر الزام قائم کر رہے ہیں۔ اور وہ اس کی تردید کے لئے کوئی قدم نہیں اُٹھا رہے اگر واقعہ میں وہ ایسے نہ ہوتے جیسا کہ ہماری طرف سے کہا جاتا ہے تو کیوں نہ وہ باہر کے اخبارات میں یا الفضل میں باہر کے اخبارات کی۔ اور اپنے نام نہاد دوستوں اور پیغامیوں کی تردید کرتے۔ اگر وہ تردید شائع کرا دیتے تو بار ثبوت ہم پر آ پڑتا۔ مگر ادھر غیر احمدی اخبار دبا میں یہ چھپتے چلے جانا کہ اتنے بڑے آدمی کی اولاد موجودہ خلیفہ کے مقابلہ میں کھڑی ہے۔ اور ادھر ان کا ہمیں لکھتے چلے جانا کہ ہمیں معاف کر دیا جائے

صاف بتاتا ہے

کہ وہ دوہری خوشنودی حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ ادھر وہ غیر احمدیوں کو خوش کرنا چاہتے ہیں اور ادھر ہمیں خوش کرنا چاہتے ہیں۔ ورنہ صحیح طریق وہی تھا جس کا میں نے اوپر ذکر کیا ہے اس کے بعد اگر کوئی اور ثبوت نہ ملتا تو ان کی برأت ہو جاتی۔ اور اگر کوئی اور ثبوت ملتا تو اس کی تردید کا انہیں پھر موقع مل جاتا ہے۔

وہ مجھے بیمار اور بڈھا کہنے کے لئے دلیر ہیں لیکن اپنے دماغوں کا علاج نہیں کرتے۔ اگر ان کے اپنے دماغ صحیح اور طاقت ور ہیں تو وجہ کیا ہے کہ انہیں سیدھا رستہ نظر نہیں آتا۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سات برس کا لڑکا ہو جائے تو اسے نماز پڑھنے کی عادت ڈالو۔

جس کے معنے یہ ہیں

کہ سات برس کا بچہ بھی اس دعا کو سمجھ سکتا ہے۔ مگر یہ لوگ قریباً پچاس پچاس سال کے ہو گئے ہیں اور اتنی موٹی بات بھی نہیں سمجھ سکے۔ اور ساتھ ہی میرے متعلق کہتے چلے جاتے ہیں کہ یہ بڈھا ہو گیا ہے اور اس کی عقل ماری گئی ہے۔ اگر تمہاری عقل سلامت ہے تو تم کیوں وہ راہ اختیار نہیں کر سکے جو بالکل صاف اور سیدھی تھی اور جس پر چل کر تم دین اور دنیا میں نجات حاصل کر سکتے تھے۔ تمہارا اس راہ کو اختیار نہ کرنا بتاتا ہے کہ تمہاری معافی کی درخواستیں بھی اپنے اندر منافقانہ رنگ رکھتی ہیں۔ ورنہ تمہارا کام تھا کہ تم فوراً الزامات کی

صحیح طریقے پر تردید

کر دیتے مگر یہ طریق اُن میں سے کسی کو نہیں سوجھا جس سے پتہ لگتا ہے کہ اُن کے دل صاف نہیں۔ غیر احمدی اور پیغامی اخبارات انکے کندھوں پر بندوقیں رکھ کر ہماری طرف چلا رہے ہیں۔ لیکن ان کو انکی تردید کی توفیق نہیں ملی۔ صرف دو سطر کا معافی کا خط لکھنا

روئیداد جلسہ تحریک جدید قادیان

مورخہ ۲۳ ۹/۵۶ء بوقت آٹھ بجے صبح مسجد اقصےٰ میں زیر صدارت محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب ناظر دعوۃ و تبلیغ جماعت احمدیہ قادیان کا جلسہ تحریک جدید منعقد ہوا۔ جس میں تلاوت قرآن کریم اور نظم خوانی کے بعد پہلی تقریر ولی الدین صاحب حیدر آبادی طالب علم مدرسہ احمدیہ نے سادہ زندگی کے عنوان پر کی اور عمدہ پیرایہ میں اس کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہوئے اس کے فوائد شرح و بسط سے بیان کئے۔ دوسرے نمبر پر مکرم چوہدری سعید احمد صاحب بی۔ اے محاسب صدر انجمن احمدیہ قادیان نے وقف کے جملہ مطالبات پر تقریر کی۔ آپ نے بتایا کہ تاریخ اسلام پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام کی ساری زندگیاں ہی جہاد اور اعلائے کلمۃ اللہ میں گذریں آپ نے دو انصاری بچوں کا ابوجہل کو قتل کرنے کا واقعہ بالتفصیل بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ جب ہم لوگ ایسے واقعات سنتے یا پڑھتے ہیں تو طبعی طور پر ہمارے دلوں میں بھی ایسی ہی قربانیوں کی خواہش پیدا ہوتی ہے۔ اور خوش قسمت ہیں ہم لوگ کہ حضرت امام ہمام ایدہ اللہ تعالیٰ کی قیادت میں آج بھی ہمارے لئے یہ سارے مواقع میسر ہیں۔ ہم اپنی زندگیاں وقف کر کے اس میدان عمل میں آ سکتے ہیں۔ اور اپنی دلی آرزوں کو پورا کر سکتے ہیں۔ تقریر جاری رکھتے ہوئے آپ نے وقف رخصت اور وقف اولاد کے مطالبات پر بھی روشنی ڈالی۔ آپ نے ابراہیمی نمونہ پر عمل کرنے کی طرف توجہ دلائی۔ تقریر کے اختتام پر آپ نے وقف جائداد کے مطالبہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہام کُلّ للّٰہ جمیعًا و مع اللّٰہ جمیعًا کے مطابق ہمارا سب کچھ خدا کا ہونا چاہیئے اور اُس کے دین کی اشاعت کے لئے وقف۔ بالکل اسی طرح جیسے شاعر نے کہا ہے

جاں دی دی ہوئی اُسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

جب خدا ہی نے سب کچھ دیا ہے تو اُس کی راہ میں ہی اس کو خرچ کریں اسی میں ہمارے لئے فلاح دارین ہے۔

تیسری تقریر مکرم شیخ عبد الحمید صاحب نے تحریک جدید کے مالی مطالبات کی تشریح کی آپ نے بتایا کہ اس زمانہ میں دنیا کی اقتصادی مشکلات کا حل اسلامی مسائل کی روشنی میں ہی ہے۔ اور مخصوص طور پر زمانہ حاضرہ کے حالات کے پیش نظر نظام وصیت کے اپنانے میں جسے حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے اسلام ہی کے اصولوں کی روشنی میں بالہام الہٰی ۱۹۰۵ء میں جاری فرمایا۔ اور اس کو عالمگیر بنانے کے لئے تحریک جدید کا اجراء ہوا۔ تا جوں جوں اسلام اور احمدیت کی آواز بیرونی ممالک میں پھیلتی چلی جائے دنیا نظام وصیت سے بھی آشنا ہو کر اس پر عمل پیرا ہو۔ آپ نے اعداد و شمار پیش کر کے بتایا کہ کس طرح اس مبارک تحریک کے ساتھ جماعت نے لاکھوں روپے اشاعت اسلام کے لئے اپنے محبوب امام کی خدمت میں پیش کر دیئے اور اب انہی مالی قربانیوں کا نتیجہ ہے کہ بیرونی ممالک میں متعدد مشنز قائم ہیں۔ مساجد بن رہی ہیں۔ اور اُنہیں کی زبان میں لٹریچر تیار ہو رہا ہے۔ اور مخصوص طور پر امریکہ میں نظام وصیت کا نفاذ کر دیا گیا ہے، جس سے مستقل طور پر اسلام کی اشاعت کے لئے فنڈز جمع ہو کر اس کام کو وسعت حاصل ہوتی رہے گی۔ مکرمی شیخ صاحب نے اپنی تقریر میں اس مبارک تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی تحریک کی ——— افادی پہلو کے پیش نظر آپ کی مفصل تقریر دوسری جگہ اسی پرچہ میں درج ہے۔

چوتھی تقریر مکرم مولوی محمد حفیظ صاحب بقاپوری نے بیرونی ممالک میں تبلیغ کے عنوان سے کی۔ تقریر کے شروع میں آپ نے بیان کیا کہ مسیح موعود کے متعلق سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر دے رکھی ہے کہ اس کا نزول سفید منارہ کے پاس دمشق کے مشرق میں ہوگا جس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے ذریعہ اسلام کی آواز دور دور تک اکناف عالم میں پھیل جائے گی۔ بعینہٖ جس طرح کسی بلند مقام پر رکھے ہوئے ایک بہت بڑے لیمپ کی روشنی دور دور تک پھیل جاتی ہے۔ اسی طرح اسلام کا نور اس کے ذریعہ سے تمام ممالک میں پھیل جائے گا۔ پھر منارہ جو مسجد میں بنایا جاتا ہے اُس کا مقصد اُس پر کھڑے ہو کر اذان دینا ہوتا ہے۔ تو اس لحاظ سے بھی اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اسلام کی حقیقی تعلیم سے دنیا کو روشناس کرایا جائیگا۔ چنانچہ آج اسی مبارک تحریک کے ذریعہ تمام بڑے ممالک میں احمدیہ مسلم مشنز قائم ہیں اور بیسیوں نوجوانوں نے اپنی زندگیاں وقف

(باقی ص۱۲ پر)

جن افراد کے نام دیوار بہشتی مقبرہ پر تحریر ہونگے

فہرست نمبر ۲

پیشتر ازیں اخبار بدر مورخہ ۸ ستمبر ۱۹۵۶ء صفحہ ۱۵ پر تعمیر چار دیواری بہشتی مقبرہ کی تحریک میں کم از کم یک صد روپیہ یا اس سے زائد ادا کرنے والے احباب کے نام شائع کئے جا چکے ہیں۔ اس کے بعد اب تک جن افراد کی طرف سے اس تحریک میں رقوم کی اطلاع موصول ہوئی ہے کی فہرست ذیل میں دی جاتی ہے۔

اگر کسی دوست کا نام ہر دو فہرستوں میں شامل ہونے سے رہ گیا ہو تو اسے چاہیئے نظارت بیت المال میں تاریخ و کوپن کی ادائیگی کا حوالہ دے کر اطلاع دے تا کہ بعد پڑتال ان کا نام فہرست میں شامل کیا جا سکے۔ چونکہ باغ بہشتی مقبرہ شمالی دیوار کی تعمیر ابھی باقی ہے جس کے لئے کثیر اخراجات کی ضرورت ہے۔ اس لئے احباب جماعت کو زیادہ سے زیادہ اس تحریک میں حصہ لینے کی تحریک کی جاتی ہے کہ جو دوست مبلغ ایک سو یا زائد رقم اس مد میں ادا کریں گے اُن کے نام بہشتی مقبرہ کی دیوار پر بطور یادگار و دعا لکھوانے کا انتظام کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ زیادہ سے زیادہ احباب جماعت کو اس نیک تحریک میں حصہ لینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

ناظر بیت المال قادیان

(۱) مکرم السید امین خلیل صاحب سیرالیون -/۱۲/۱۹۸

(۲) ” السید علی رو بیرہ صاحب سیرالیون -/۸/۱۳۲

(۳) مکرم ہاشم خان صاحب مخدوم مارشیس -/-/۱۰۰

(۴) ” احمد یداللہ صاحب ” -/۱۰۰

(۵) ” عبد الرحمٰن صاحب عثملو ” -/۱۰۰

(۶) ” محمد سوکیہ صاحب ” -/۱۰۰

(۷) ” سبحان اینڈ کو مارشیس -/۱۰۰

تحریک جدید کا مالی مطالبہ - اور - نظام نو کی تعمیر

از جناب شیخ عبد الحمید صاحب عاجزؔ وکیل المال تحریک جدید قادیان

ہر شخص جو تحریک جدید میں حصہ لیتا ہے وصیت کے نظام کو وسیع کرنے میں مدد دیتا ہے اور ہر شخص جو نظام وصیت کو وسیع کرتا ہے۔ وہ نظام نو کی تعمیر میں مدد دیتا ہے۔ جب وصیت کا نظام مکمل ہوگا تو صرف تبلیغ ہی اس سے نہ ہوگی بلکہ اسلام کے منشاء کے ماتحت ہر فرد بشر کی ضرورت کو اس سے پورا کیا جائے گا اور دکھ اور تنگی کو دنیا سے مٹا دیا جائیگا۔

(المصلح الموعود ایدہ اللہ)

انفاق فی سبیل اللہ

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی صفات کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے۔ تُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَرَسُولِهٖ وَتُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ ؕ یعنی جس طرح تکمیل ایمان کے لئے اللہ تعالیٰ پر کامل ایمان اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی ضروری ہے اور ان ہر دو احکام میں دیگر جملہ شرعی امور شامل ہیں۔ اسی طرح تُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ کے مختصر اور جامع الفاظ میں ایمان کے عملی ثبوت کے لئے ہر قسم کی مالی اور جانی قربانیاں شامل ہیں اسی طرح قرآن مجید کی ابتداء میں اللہ تعالیٰ نے جو صفت متقیوں کی بیان فرمائی ہے اُس میں يُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُونَ ۙ کے الفاظ میں ایک متقی کی ذمہ داریوں کا خلاصہ بیان فرمایا ہے کہ متقی وہ ہیں جو ایک طرف تو خدا تعالیٰ کی محبت میں اُس کی عبادت کو بجا لاتے ہیں اور نماز کو قائم کرتے ہیں اور دوسری طرف اپنے خداداد رزق کو دین کی خدمت میں صرف کرتے ہیں اس اہم آیت میں گویا کہ دینی فرائض کا نصف حصہ اللہ تعالیٰ نے مالی قربانی اور انفاق فی سبیل اللہ کو قرار دیا ہے۔ پھر لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ؕ میں نیکی کا مقام حاصل کرنے کے لئے عزیز ترین چیز کی قربانی کی شرط ہے جس میں مال اور جان دونوں شامل ہیں۔ عقلاً بھی سلسلہ علل و اسباب کے ماتحت ہر کام کو چلانے کے لئے مال کی ضرورت ہوتی ہے جس کے بغیر کوئی کام سر انجام نہیں پا سکتا۔ خدمت دین کے اہم رکن تبلیغ۔ تعلیم و تربیت اور تنظیم ہیں۔ ان سب کیلئے بھاری اخراجات کی ضرورت ہے اور انبیاء علیہم السلام کی جماعتیں اپنے اپنے وقت میں ایسی قربانیاں پیش کرتی چلی آئی ہیں۔ آنحضرت صلعم اور خلفائے راشدین کے زمانہ میں صحابہ کرام اور قرون اولیٰ کے مسلمانوں نے جس رنگ میں خدمت اسلام کے لئے اپنے آپکو پیش کر کے اللہ تعالیٰ سے رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ کا لقب حاصل کیا اور قربانیوں کے میدان میں جس اخلاص اور ایثار کا ثبوت دیا وہ اپنی مثال آپ ہیں اور اُس کا اعتراف اسلام کا بڑے سے بڑا دشمن بھی کرنے پر مجبور ہے اُس وقت غرباء کی امداد۔ غلاموں کو آزاد کرانے سامان حرب اور دیگر قومی ضروریات کے لئے جب کبھی جس قدر بھی مال کی ضرورت پیش آئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ادنیٰ اشارہ پر حضور کے صحابہ کرام بلا توقف اور بلا شرائط اُسے پورا کرنے میں ایک روحانی لذت محسوس کرتے رہے۔ مالی اور جانی قربانیاں کرتے وقت انہیں اسباب کا فکر کبھی لاحق نہیں ہوتا تھا کہ آئندہ انکو کل یہ انہیں کیا مشکل درپیش ہوگی وہ اس خیال سے بے نیاز ہوتے تھے کہ اپنا سب کچھ خدا کی راہ میں قربان کرنے سے اُن کے اہل و عیال کو کس قدر تنگی کا سامنا کرنا پڑیگا۔ اُن میں قربانی کے لئے ایک دوسرے سے سبقت لے جانیکا لا انتہاء جذبہ پایا جاتا تھا۔ مالی قربانیوں کے میدان میں آنحضرت کے مطالبہ پر جہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی نصف جائیداد حضور کے قدموں میں پیش کر دی وہاں حضرت صدیق اکبرؓ نے اپنا کل اثاث البیت حضور کی خدمت میں پیش کر دیا اسی طرح حضرت عثمانؓ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بے نظیر مالی قربانیاں ظاہر کر رہی ہیں کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے دین اور خدمت اسلام کی ضرورت کو ہر وقت مقدم رکھا اور اللہ تعالیٰ کے بیشمار فضلوں کو جذب کرنیوالے بنے۔ اُن کی قربانیوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے نوازا اور وہ کامیابی اور ترقی ایک مختصر سے عرصہ میں اسلام کو نصیب ہوئی جس کی مثال اس دنیا میں تلاش کرنا ناممکن ہے ۔

موجودہ زمانہ میں ایسی ہی خدمات کا موقعہ

تہذیب تمدن کے موجودہ دور میں جبکہ ہر طرف دہریت اور لامذہبیت کا دور دورہ ہوا اور خدا تعالیٰ سے بے رغبتی کے جراثیم تمام قوموں میں پھیل گئے اور جبکہ خود مسلمان کہلانیوالے اسلام کی حقیقی روح سے نا واقف ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدوں کے مطابق عین وقت پر قادیان کی مقدس سرزمین میں اپنے مسیح پاک کو دنیا کی اصلاح و ہدایت کیلئے مبعوث فرمایا جنہوں نے تیرہ سو سال کے بعد پھر زندہ خدا کو دنیا کے سامنے پیش کیا اور دنیا میں ایک روحانی اور اخلاقی نظام کو قائم کرنے کے لئے اپنے ماننے والوں کو صحابہ کرامؓ کی سی قربانیوں کی تحریک فرمائی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے الٰہی بشارات کے مطابق جہاں ترقی اور کامیابی کے بے شمار وعدوں کی خوشخبری سنائی وہاں اپنی جماعت کو صحابہ کرامؓ کی سی قربانیوں کی بھی دعوت دی اور بتایا کہ میری راہ پھولوں کی سیج نہیں ہے بلکہ یہ کانٹوں کی راہ ہے جو ان کانٹوں پر چلنے کے لئے تیار ہو وہ میری بیعت کرے اور وہ لوگ جو قربانی اور مشکلات کے میدان میں گھبرانے والے ہوں وہ ابھی سے میرا ساتھ چھوڑ دیں۔ حضور رسالہ الوصیت میں ارشاد فرماتے ہیں:-

”خدا کی رضا کو تم پا ہی نہیں سکتے جبتک تم اپنی رضا کو چھوڑ کر۔ اپنی جان چھوڑ کر اُس کی راہ میں وہ تلخی نہ اُٹھاؤ جو موت کا نظارہ تمہارے سامنے پیش کرتی ہے لیکن اگر تم تلخی اُٹھاؤ گے تو ایک پیارے بچے کی طرح خدا کی گود میں آجاؤ گے اور تم اُن راستبازوں کے وارث کئے جاؤ گے جو تم سے پہلے گذر چکے ہیں اور ہر ایک نعمت کے دروازے تم پر کھولے جائیں گے۔“

پھر حضور کشتی نوح میں فرماتے ہیں:-

”ہر ایک شخص جو اپنے تئیں بیعت شدوں میں داخل سمجھتا ہے اسکے لئے اب وقت ہے کہ اپنے مال سے بھی سلسلہ کی خدمت کرے۔ جو شخص ایک پیسہ کی حیثیت رکھتا ہے وہ سلسلہ کے مصارف کیلئے ماہواری ایک پیسہ دے اور جو شخص ایک روپیہ ماہوار دے سکتا ہے وہ ایک روپیہ ماہوار دے.. .. ہر شخص کا صدق اسکی خدمت سے پہچانا جاتا ہے عزیزو یہ دین کیلئے اور دین کی اغراض کیلئے خدمت کا وقت ہے اس وقت کو غنیمت سمجھو کہ پھر کبھی ہاتھ نہیں آئیگا چاہئے کہ زکوٰۃ دینے والا اسی جگہ اپنی زکوٰۃ بھیجے اور ہر شخص فضولیوں سے اپنے تئیں بچاوے اور اس راہ میں وہ روپیہ لگاوے اور بہر حال صدق دکھاوے تا فضل اور روح القدس کا انعام پاوے کیونکہ یہ انعام اُن لوگوں کے لئے تیار ہے جو سلسلہ میں داخل ہوئے ہیں۔“

مالی قربانیوں کے متعلق ایک دوسری جگہ حضور ارشاد فرماتے ہیں:-

”یہ بھی وقت خدمت گذاری کا ہے پھر بعد اس کے وہ وقت آتا ہے جبکہ ایک سونے کا پہاڑ اس راہ میں خرچ کریں تو اس وقت کے پیسے کے برابر نہیں ہوگا تم دو چیزوں سے محبت نہیں رکھ سکتے اور تمہارے لئے ممکن نہیں کہ مال سے بھی محبت کرو اور خدا سے بھی صرف ایک سے محبت کر سکتے ہو پس خوش قسمت وہ شخص ہے کہ خدا سے محبت کرے اور جو تم میں سے خدا سے محبت کر کے اسکی راہ میں مال خرچ کریگا تو میں یقین رکھتا ہوں کہ اس کے مال میں دوسروں کی نسبت زیادہ برکت دیجائیگی کیونکہ مال خود بخود نہیں آتا بلکہ خدا کے ارادہ سے آتا ہے جو شخص خدا کے لئے بعض حصہ مال کا چھوڑتا ہے وہ ضرور اُسے پائیگا جو شخص مال سے محبت کر کے خدا کی راہ وہ خدمت بجا نہیں لاتا جو بجالانی چاہیئے تو وہ ضرور اس مال کو کھوئیگا۔“

نظام نو کی تعمیر

يُحْيِي الدِّيْنَ وَيُقِيْمُ الشَّرِيْعَةَ کے عظیم الشان کام کو مستحکم بنیادوں پر قائم کر کے اسلام کی ترقی اور ایک نئے روحانی نظام کی تعمیر کے لئے خدائی منشا کے ماتحت ۱۹۰۵ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے وصیت کے نظام کو قائم فرمایا اور ہر مخلص احمدی کو اس میں شامل ہونے کی پُر زور تحریک فرمائی تا احمدیت کی ترقی اور وسعت کے ساتھ جماعت کا قومی خزانہ بھی مضبوط ہوتا چلا جائے اور اس خزانہ سے نہ صرف ”میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا“ کی بشارت نمایاں طور پر پوری ہو بلکہ یہ نظام دنیا کی آئندہ تمدنی۔ اقتصادی اور معاشرتی بہبودی کیلئے سنگ بنیاد کا کام دے۔

اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی الہامی تحریک کے مطابق نظام وصیت کی بین الاقوامی اور عالمگیر پوزیشن پر غور کیا جائے تو یہ واضح ہوگا کہ یہ تحریک دنیا کی ان تمام تحریکات سے افضل و اکمل ہے جو کہ اُٹھارویں صدی عیسوی کے آخر پر دنیا کی اقتصادی مشکلات کے ازالہ کے لئے اُٹھیں کیونکہ دنیاوی تحریکات انسانی محدود عقل اور مادی سامانوں پر انحصار رکھنے والے ماحول کی پیداوار تھیں۔ دنیا کے بڑے بڑے مفکرین فلسفی معلمین اور سیاسیات کے ماہرین نے محض اپنی عقل اور تدبیر کی بناء پر قومی و ملکی مفاد کو سامنے رکھتے ہوئے جب اپنی پیچ در پیچ مالی و اقتصادی پریشانیوں کا حل تلاش کرنیکی کوشش کی تو اُن کی فکری صلاحیتیں اپنے مخصوص مفاد کی کشمکش میں امن عالم کیلئے نئے سے نئے خطرات پیدا کرنیکا موجب ہوئیں اور ذہنی اضطراب بجائے کم ہونیکے روز بروز زیادہ ہوتا چلا گیا۔ ان تحریکات میں سے بعض تو چند سالوں کے چکر میں از خود ختم ہو گئیں اور بعض مستقبل قریب میں اپنے انجام کی منتظر ہیں۔

آج جمہوریت اور اشتراکیت کے دو متضاد نظریے جس انداز سے دنیا کے امن کو خطرہ کی طرف دھکیل رہے ہیں وہ کسی سے مخفی نہیں ہے ان کی تفصیلات کو نظر انداز کرتے ہوئے یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ نظام وصیت کے ذریعہ جس عظیم الشان تحریک کی بنیاد رکھی گئی ہے اور جو مالی فنڈ قائم کیا گیا ہے اس کے مضبوط استحکام اور ترقی کے متعلق اللہ تعالیٰ کے یقینی وعدے موجود ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:-

”مجھے اس بات کا فکر نہیں کہ یہ اموال کیونکر جمع ہونگے ... ... مجھے یہ فکر ہے کہ ہمارے بعد وہ لوگ جن کے سپرد ایسے مال کئے جائیں وہ کثرت مال کی وجہ سے کہیں ٹھوکر نہ کھائیں“

اور اللہ تعالیٰ اس سلسلہ میں ایسے مخلصین پیدا کرتا چلا جائے گا جو جماعت کے مال کو امانت اور دیانت سے رکھیں اور اسے صحیح مصرف میں لائیں۔"

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں:۔

"روحانی جماعتیں اور الٰہی سلسلے قلتِ مال سے کبھی تباہ نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا غیبی ہاتھ اُن کی تائید میں ہوتا ہے۔"

نیز نظام وصیت میں شامل ہونے کو حضور نے موجودہ مالی جہاد کے دور میں کم از کم علامت قرار فرمایا ہے اس نظام کی اہمیت اس جہت سے آسانی سمجھ میں آ سکتی ہے کہ اگر تمام دنیا اس نظام کو اپنا لے اور احمدیت کے جھنڈے تلے ہر شخص اپنی آمد اور جائداد کا ۱/۱۰ سے ۱/۳ حصہ اس فنڈ میں ادا کرے تو خدا کے فضل سے جمع شدہ مال دنیا کی جملہ اقتصادی پریشانیوں کا حل کر سکتا ہے۔

نظام وصیت کو قریب لانے کا ذریعہ "تحریک جدید"

چونکہ تمام دنیا کو وصیت کے نظام میں منسلک کرنے کیلئے غیر معمولی جدوجہد۔ ایک لمبی کوشش اور وقت کی ضرورت ہے اور یہ کام دنیا کے تمام ممالک میں احمدیت کی تبلیغ سے ہی سرانجام دیا جا سکتا ہے اس لئے نظام وصیت کو قریب لانے کیلئے سیدنا حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے نومبر ۱۹۳۴ء میں الٰہی تصرف کے ماتحت تحریک جدید کا اجراء فرمایا تا اس کے ذریعہ سے جماعت کی فوری مالی ضروریات کو پورا کر کے بیرونی ممالک میں تبلیغ اسلام کے کام کو جلد از جلد وسیع کیا جا سکے۔ اور اس کے نتیجہ میں وصیت کے نظام کو اپنا کر نظام نو کی تعمیر کا دن قریب سے قریب تر لایا جائے۔

تحریک جدید کے متعلق حضرت اقدس ارشاد فرماتے ہیں:۔

"تحریک جدید کو اس لئے جاری کیا گیا ہے کہ اس کے ذریعہ سے ہمارے پاس ایسی رقم جمع ہو جائے جس سے خدا تعالیٰ کے نام کو دنیا کے کناروں تک آسانی اور سہولت سے پہنچایا جا سکے۔ تحریک جدید کو اسلئے جاری کیا گیا ہے تاکہ کچھ افراد ایسے میسر آ جائیں جو اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کے دین کی اشاعت کے لئے وقف کر دیں اور اپنی عمریں اسی کام میں لگا دیں۔ تحریک جدید کو اس لئے جاری کیا گیا تاکہ وہ عزم اور استقلال ہماری جماعت میں پیدا ہو جو کام کرنے والی جماعتوں کے اندر پیدا ہونا ضروری ہوتا ہے۔۔۔۔ فرمایا:۔

"ہر شخص جو تحریک جدید میں حصہ لیتا ہے وصیت کے نظام کو وسیع کرنے میں مدد دیتا ہے اور ہر شخص جو نظام وصیت کو وسیع کرتا ہے وہ نظام نو کی تعمیر میں مدد دیتا ہے، جب وصیت کا نظام مکمل ہوگا تو صرف تبلیغ ہی اس سے نہ ہوگی بلکہ اسلام کے منشاء کے ماتحت ہر فرد بشر کی ضرورت کو اس سے پورا کیا جائیگا اور دکھ اور تنگی کو دنیا سے مٹا دیا جائیگا۔۔۔ اللہ تعالیٰ نے یہ سکیم میرے دل پر نازل کی اور میں نے اسے جماعت کے سامنے پیش کر دیا۔ پس یہ تحریک میری نہیں خدا تعالیٰ کی نازل کردہ تحریک ہے پس اللہ تعالیٰ پر اس تحریک کی تکمیل کو چھوڑتا ہوں کہ یہ کام اُسی کا ہے اور میں صرف اُس کا ایک حقیر خادم ہوں الفاظ میرے ہیں لیکن حکم اسی کا ہے۔"

تحریک جدید میں شامل ہونے کی اہمیت کے متعلق حضور ارشاد فرماتے ہیں کہ:۔

"گو اس تحریک میں شامل ہونا اختیاری ہوگا لیکن جو شخص شامل ہونے کی اہلیت رکھتے ہوئے باوجود اس خیال کے ماتحت شامل نہیں ہوگا کہ خلیفہ نے شمولیت کو اختیاری قرار دیا ہے وہ مرنے سے پہلے اس دنیا میں یا مرنے کے بعد اگلے جہان میں پکڑا جائیگا۔۔۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہر وہ شخص جو اپنے اندر ایمان کا ایک ذرہ بھی رکھتا ہے میری اس تحریک پر آگے آئیگا اور وہ شخص جو خدا تعالیٰ کے نمائندہ کی آواز پر کان نہیں دھرتا اس کا ایمان کھویا جائیگا۔"

تحریک جدید کی اہمیت اور فرضیت کے متعلق سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشادات سے یہ ظاہر ہے کہ تکمیل اشاعت کیلئے آج جس نئے نظام کی بنیاد وصیت کی مبارک تحریک میں آج سے پچاس سال قبل رکھی گئی تھی اسکے تفصیلی کوائف کا انکشاف ۱۹۳۴ء میں حضرت مصلح موعود ایدہ اللہ تعالیٰ کے ذریعہ ہوا۔۔۔ نومبر ۱۹۳۴ء میں جبکہ تحریک جدید کا اعلان حضور نے فرمایا وہ وقت احرار کے عروج اور اس کی بے پناہ شورش اور مخالفت کا زمانہ تھا وہ ایک ایسا نازک دور تھا جبکہ احرار کے زیر اثر حکومت کے بعض افسران بھی جماعت کو نقصان پہنچانے پر تلے ہوئے تھے اس کمزوری اور بے بسی و بیکسی کے زمانہ میں جماعت احمدیہ کے مخلصین نے اپنے مقدس امام اور آقا کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے جس جذبہ اور جوش کے ساتھ تحریک جدید کا عملی طور پر خیر مقدم کیا وہ الٰہی جماعتوں اور قوموں کے ایمان کی تاریخ میں ایک اہم حیثیت رکھتا اور سوچنے اور غور کرنے والے کیلئے ایک نشان اور برہان ہے کہ یہ جماعت خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے! اور اس کا مقدس امام پسر موعود اور قدرت ثانیہ کا مظہر ہے۔

مخلصین جماعت کا شاندار نمونہ

پہلے سال میں جماعت سے صرف ستائیس ہزار روپیہ کی اپیل کی گئی اور یہ مطالبہ بھی تین سالوں میں پورا کرنے کی شرط تھی گویا نو نو ہزار روپیہ سالانہ کر کے تین سالوں میں ادائیگی کا مطالبہ تھا۔ لیکن جماعت نے پہلے سال میں ہی ایک لاکھ کے وعدے کر کے اس بات کو ثابت کر دیا کہ ہماری جماعت گذشتہ انبیاء کی جماعتوں کے قدموں پر چل رہی ہے پھر وصولی خدا تعالیٰ کے فضل سے ایک لاکھ دس ہزار روپیہ ہوئی۔ دوسرے سال ایک لاکھ بیس ہزار روپیہ کے وعدے وصول ہوئے اور یہ رقم ہر سال بڑھتی گئی یہاں تک کہ دسویں سال جماعت کا تین لاکھ روپیہ کا وعدہ تھا تحریک جدید کے دس سالہ دور کے بعد حضور نے ۱۹۴۴ء میں تحریک جدید کے دفتر دوم کا اجراء فرماتے ہوئے جماعت کے نوجوانوں کو اس میں شامل ہونے کی تحریک فرمائی اور اس تحریک کے اُنیس سالوں تک چلنے کا فیصلہ فرمایا تحریک کے سولہویں سال میں خدام الاحمدیہ کی یہ ڈیوٹی لگائی کہ وہ دفتر دوم میں ہر خادم کو شامل کریں اور حضور نے مجلس خدام الاحمدیہ کی صدارت کا بار بھی خود اُٹھایا تاکہ نوجوانوں میں پہلے سے زیادہ بیداری پیدا ہو۔ جب جماعت نے یہ دور ختم کر لیا تو تکمیل اشاعت کے کام کی وسعت اور ضرورت کے پیش نظر تحریک جدید کو ایک مستقل حیثیت دیتے ہوئے حضور نے فرمایا۔۔۔

"ہمارے ایمان اور اخلاص کا تقاضا یہ ہے کہ یہ تحریک ہمیشہ جاری رہے" نیز فرمایا "میں نے صدر مجلس خدام الاحمدیہ کا بار اسی لئے اُٹھایا ہے تا جماعت کے نوجوانوں کو دین کی طرف توجہ دلاؤں سو میں سب سے پہلے اُن کے سپرد یہ کام کرتا ہوں کہ وہ دفتر دوم میں وعدوں کے حصول اور وصولی کا کام کریں اور میں امید رکھتا ہوں کہ وہ اپنے ایمان کا ثبوت دینگے اور کوشش کریں گے کہ ساری کی ساری رقم وصول ہو جائے۔"

تحریک جدید کے ذریعہ عالمگیر انقلاب

ابتک تحریک جدید کی قربانی کے ذریعہ سے دنیا کے مختلف ممالک میں تبلیغ اسلام کا جو کام ہوا ہے اور ہو رہا ہے اور جس کے ذریعہ متعدد غیر زبانوں میں قرآن مجید کے تراجم کا کام سرانجام پا رہا ہے مختلف ملکوں میں تبلیغی مراکز اور مساجد تعمیر کروائی جا رہی ہیں انکا تفصیلی تذکرہ میرے مضمون کا حصہ نہیں ہے لیکن ایک بات جسکی طرف میں توجہ دلانا از حد ضروری سمجھتا ہوں وہ یہ ہے کہ آج سے چند سال قبل جو مغربی مستشرقین اور مخالفین اسلام کے متعلق بُرے تاثرات رکھتے تھے اب جماعت احمدیہ کی تبلیغ کے نتیجہ میں اُنکے خیالات میں ایک نمایاں تبدیلی پیدا ہو چکی ہے اور وہ اسلام کی خوبیوں کو سوچنے اور اُن پر غور کرنے اور انہیں تسلیم کرنے کو تیار ہیں اور وقت کے گذرنے کیساتھ ساتھ دنیا غیر ارادی طور پر اسلامی اصولوں کی فوقیت کو تسلیم کر کے اپنا رہی ہے خود ہندوستان میں جسے قدیم آریہ تہذیب کا علمبردار سمجھا جاتا ہے طلاق کی ضرورت اور ورثہ میں عورتوں کے حقوق کو اپنایا جا رہا ہے۔

نیز ہمارے پیارے امام نے تحریک جدید کے جن دیگر مطالبات کو ۱۹۳۴ء میں بیان فرمایا تھا آج قومیں اور حکومتیں انکی ضرورت کو تسلیم کر کے انہیں اپنی ترقی کے پروگرام کا ایک حصہ قرار دینے پر مجبور ہیں۔ مثلاً وقار عمل، اپنے ہاتھ سے کام کرنے کی تحریک تمام ملکوں میں جاری ہیں بیاہ شادی کے موقعوں پر زیورات کی خرافات کو مٹانے کی تحریک اسی طرح کھدی دان کی تحریک۔ وقف جائداد تحریک جدید کی اصولی تحریک کا ایک حصہ ہے۔ لباس۔ خوراک میں سادگی۔ سامان زیبائش۔ سینما اور زیورات سے پرہیز علاج اور تعلیمی اخراجات میں سادگی اور کفایت وقف زندگی اور وقف تجارت کی تحریکات غرضیکہ مطالبات تحریک جدید کی جملہ شرائط ایک مکمل لائحہ عمل ہے اور اسلامی تعلیم اور نظام کا ایک شاندار خاکہ ہے جس کو اپنا کر اور خدمت سلسلہ کے لئے مالی اور جانی قربانیاں کر کے ہم نئے نظام کی تعمیر میں مدد کر سکتے ہیں۔

یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس نے ہمیں اس مبارک زمانہ میں پیدا کر کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شناخت کی توفیق بخشی جس کا سینکڑوں سال سے بڑے سے بڑے صلحاء، اولیاء اور بزرگ انتظار کر رہے تھے پھر یہ بھی اللہ تعالیٰ کا ایک بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے ہمیں ایسے موعود خلیفہ کی قیادت بخشی جو آسمان پر احمدیت کی فتح کی خوشخبری دیکھ کر الٰہی منشاء کے ماتحت جماعت کو اس کا خیر مقدم کرنے کیلئے تیار کر رہا ہے ضرورت اسبات کی ہے کہ ہم اس عظیم الشان نعمت کی قدر کریں اور غیر معمولی ایثار اور قربانی کی روایات کو زندہ کر کے عملی طور پر اس بات کا ثبوت دیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کی نعمت کے قدر کرنے والے ہیں۔

ہندوستان کی وسیع سرزمین روحانی پانی کی پیاسی ہے اس کے کونے کونے میں تبلیغ اسلام کا کام ہمارے سپرد ہے اس کے کئی صوبے سینکڑوں ضلع اور ہزاروں مقامات ابھی ایسے ہیں جو احمدیت کے نام سے بے خبر ہیں اُن سب تک پیغام حق پہنچانا ہمارا فرض ہے اس کی ادائیگی کے لئے ہمیں بہت زیادہ اخراجات۔ قربانی اور جدوجہد کی ضرورت ہے۔ ضرورت کے مقابل پر گو ہمارے ذرائع بہت محدود اور مسدود ہیں لیکن اگر احباب جماعت پورے اخلاص، پختہ عزم اور مومنانہ جوش کیساتھ آگے بڑھیں اور اللہ تعالیٰ کیلئے اُسکے دین کی خاطر مال اور اس کی عطا کردہ جان کو اس راہ میں پیش کر دیں تو اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اُسکے فضل کا ہاتھ ہمارے ساتھ ہوگا اور ہماری تنگ دامانی کیوجہ سے جو کمی رہ جائیگی اُسے وہ خود پورا کر دیگا کیونکہ کام اُسی کا ہے۔

الوصیت کے روحانی نظام کی تعمیر اور نئی زمین اور نئے آسمان کی تخلیق کیلئے آسمان پر تیاری مکمل ہو چکی ہے اور خدائی اشاروں کے ماتحت خدا کا موعود خلیفہ ہمیں بار بار بیدار اور ہوشیار کر کے میدان عمل میں بلا رہا ہے مبارک ہیں وہ جو شناخت ایمانی کیساتھ خلیفہ وقت کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے آگے بڑھتے ہیں۔ کیونکہ خدا کا فضل اُن ہی کے شامل حال ہوگا اور اُس کی برکتوں کے دروازے اُن پر وا کئے جائینگے۔

☆ یاد دہانی۔ تحریک جدید کا مالی سال ختم ہونے میں صرف دو ماہ باقی ہیں مگر متعدد دوستوں کے چندہ جات ابھی بقایا ہیں۔ انہیں اس طرف فوری توجہ دینے کی ضرورت ہے تا وقت گذرنے سے پہلے اس فرض سے سبکدوشی حاصل کریں۔ (وکیل المال تحریک جدید قادیان)

موجودہ فتنہ کے تعلق میں ایک اعتراض کا جواب

حضرت خلیفۂ اوّل رضی اللہ عنہ کی ہرگز کوئی تذلیل نہیں ہوئی

(از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اے مدظلہ العالی)

موجودہ فتنہ کے تعلق میں جہاں منافقوں اور ان کے حامیوں کی طرف سے اور بہت سے اعتراض پیدا کئے گئے ہیں وہاں ایک اعتراض یہ بھی کیا جا رہا ہے کہ نعوذ باللہ حضرت امیر امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ نے حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کے متعلق بعض ہتک آمیز الفاظ استعمال کئے ہیں جن سے گویا اپنے مقابل پر حضرت خلیفۂ اول رضی اللہ عنہ کی تذلیل اور ان کے مقابل پر اپنی توقیر اور برتری ثابت کرنا مقصود ہے۔

اس کے جواب میں یاد رکھنا چاہئے کہ جہاں تک اصول کا سوال ہے کسی واقف کار اور سمجھدار انسان کو اس بات سے انکار نہیں ہو سکتا کہ جیسے کہ درجہ کے لحاظ سے نبیوں میں فرق ہوتا ہے اور خود قرآن مجید نے بھی بڑی وضاحت کے ساتھ یہ اصول بیان فرمایا ہے۔ جیسا کہ فرماتا ہے کہ تلک الرسل فضلنا بعضھم علیٰ بعض اسی طرح خلفاء میں بھی درجہ کا فرق ہوتا ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہمارے آقا صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ انا سید ولد اٰدم ولا فخر۔ اور پھر فرماتے ہیں کہ لو کان موسیٰ و عیسیٰ حیّین لما وسعھما الا اتباعی اور خاص خاص مومنوں کے متعلق قرآن مجید فرماتا ہے۔ السابقون السابقون اولٰئک المقربون۔ اور تمام امت محمدیہ عملاً بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے خلفاء اور دیگر صلحاء رضی اللہ عنہم کے مدارج میں فرق کو تسلیم کرتی اور اس کا برملا اقرار کرتی ہے۔ پس اصولی لحاظ سے تو کسی عقلمند انسان کو اس بات پر اعتراض نہیں ہو سکتا کہ خدا کے نیک بندوں میں خواہ وہ نبی ہوں یا کہ خلیفہ ہوں یا کہ دیگر اولیاء اور صلحاء میں سے ہوں درجہ کا فرق ہوتا ہے۔ مگر اس فرق کے ہرگز ہرگز یہ معنے نہیں ہیں کہ کسی نبی یا خلیفہ کی افضلیت سے دوسرے نبیوں یا خلیفوں کی تذلیل اور تحقیر لازم آتی ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فداہ نفسی بلا ریب سب دوسرے نبیوں سے افضل تھے۔ مگر کیا اس وجہ سے دوسرے نبی نعوذ باللہ ذلیل سمجھے جائیں گے؟ اور جب ہمارے آقا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انا سید ولد اٰدم (یعنی میں سب بنی آدم کا سردار ہوں) تو کیا اس سے یہ سمجھا جائے گا کہ آپ نے نعوذ باللہ دوسرے رسولوں کی تحقیر کی ہے؟ یہ نتیجہ صرف وہی شخص نکال سکتا ہے۔ جس کا دماغ عقل کے جوہر سے خالی ہے۔ اور جو اسلام کے نظریات سے بھی محروم مطلق ہے۔ کسی کے افضل ہونے کے صرف یہ معنے ہیں کہ وہ اپنے اوصاف یا اپنے کارناموں میں دوسروں سے بالائی درجہ رکھتا ہے۔ نہ یہ کہ دوسرے نعوذ باللہ ذلیل ہیں یا کہ کسی کے افضلیت کے دعوے سے دوسروں کی تحقیر لازم آتی ہے۔ سب جانتے ہیں کہ بی۔اے ایک اعلیٰ درجہ کی ڈگری ہے۔ مگر اس میں کیا شبہ ہے کہ وہ ایم۔اے کی ڈگری سے کم تر ہے لیکن کسی کو ایم۔اے کہنے سے بی۔اے کی تذلیل مقصود نہیں ہوتی۔ صرف ڈگری کا فرق ظاہر کرنا مقصود ہوتا ہے۔

یہ تو اس اعتراض کا اصولی جواب ہے۔ جو موجودہ فتنہ کے تعلق میں بعض فتنہ پرداز یا کوتاہ اندیشوں کی طرف سے کیا جاتا ہے کہ گویا حضور یو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اعلانوں میں حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کی تذلیل کی ہے: یہ لوگ اتنا نہیں سوچتے کہ اگر کسی امر میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنی افضلیت بیان کی ہے۔ تو اس سے صرف اپنی افضلیت پر خدا کا شکر بجا لانا اور جماعت کو ایک حقیقت سے آگاہ کرنا مقصود ہے نہ کہ نعوذ باللہ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کی تحقیر اور تذلیل۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک غیر مصدقہ خطبہ میں اعلان فرمایا ہے کہ

"ہم حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کا بڑا ادب کرتے ہیں۔ مگر یہ لوگ بتائیں کہ وہ کونسے ملک ہیں۔ جن میں حضرت مولوی نور الدین صاحب نے اسلام کی تبلیغ کی یورپ امریکہ، افریقہ اور ایشیا میں وہ کوئی ایک ملک ہی دکھا دیں جس میں انہوں نے اسلام پھیلایا ہو؟"

اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے ان الفاظ پر شور مچایا جاتا ہے کہ ان سے حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کی تذلیل لازم آتی ہے۔ حالانکہ یہ صرف ایک اصولی حقیقت کا اظہار ہے تاکہ اپنی جماعت کو ہوشیار کیا جائے کہ تم ایک ایسے خلیفہ کی بیعت میں ہو جس کے ذریعہ خدا نے دنیا بھر میں اسلام کی تبلیغ کا ایک وسیع نظام قائم کر رکھا ہے۔ اس لئے تمہیں بھی اپنی قربانیوں اور اپنی جدوجہد کو اس وسیع نظام کے مطابق بنانا چاہئے۔ تاکہ اسلام کا بول بالا ہو اور وہ جلد تر ساری دنیا پر غالب آ جائے ہمارے غیر مبائع حضرات کو یاد رکھنا چاہئے کہ یہ کلام اصولی رنگ میں اسی طرح کا کلام ہے جس طرح کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت مسیح ناصری پر اپنی افضلیت بیان کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ:۔

"مسیح ابن مریم آخری خلیفہ موسیٰ علیہ السلام کا ہے اور میں آخری خلیفہ اس نبی کا ہوں جو خیر الرسل ہے اس لئے خدا نے چاہا کہ مجھے اس سے کم نہ رکھے ۔۔۔۔ خدا دکھاتا ہے کہ اس رسول (صلے اللہ علیہ وسلم) کے ادنیٰ خادم اسرائیلی مسیح ابن مریم سے بڑھ کر ہیں ۔۔۔۔ چونکہ میں ایک ایسے نبی کا تابع ہوں جو انسانیت کے تمام کمالات کا جامع تھا اور اس کی شریعت اکمل اور اتم تھی۔ اس لئے مجھے وہ قوتیں عنایت کی گئیں جو تمام دنیا کی اصلاح کے لئے ضروری تھیں۔ تو پھر اس میں کیا شک ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو وہ فطرتی طاقتیں نہیں دی گئیں جو مجھے دی گئیں کیونکہ وہ صرف ایک خاص قوم کے لئے آئے تھے"

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۱ تا صفحہ ۱۵۳)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ان الفاظ پر مسیحی لوگ خفا ہوں تو ہوں۔ کیونکہ انہوں نے حضرت مسیح ناصری کو خدا یا خدا کا بیٹا بنا رکھا ہے مگر کسی غیرت مند مسلمان یا کسی غیر مبائع کے لئے ہرگز کسی ناراضگی کی وجہ نہیں۔ کیونکہ جہاں حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کے خلیفہ تھے۔ اور صرف بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کی اصلاح کے لئے مبعوث کئے گئے تھے۔ وہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام حضرت افضل الرسل خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ تھے۔ اور اپنے آقا و مطاع کی غلامی میں ساری دنیا کی اصلاح کے لئے مبعوث ہوئے تھے چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

ہم ہوئے خیر امم تجھ سے ہی اے خیر رسل
تیرے بڑھنے سے قدم آگے بڑھایا ہم نے

یہ ایک حقیقت ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو کچھ پایا وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فداہ نفسی کی غلامی میں پایا۔ اور آپ کے لائے ہوئے دین کی خدمت کے لئے پایا پس آپ کا یہ کلام کسی سچے محب رسول اور خادم دین متین کے لئے اعتراض کا موجب نہیں ہو سکتا۔ بلکہ فخر کا موجب ہونا چاہئے۔ بہرحال اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ان الفاظ میں نعوذ باللہ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کی تذلیل اور تحقیر مقصود نہیں اور خدا جانتا ہے کہ ہرگز نہیں تو یقیناً حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے اوپر درج شدہ الفاظ میں بھی حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کی تذلیل یا تحقیر مقصود نہیں اور ہرگز نہیں وانما الاعمال بالنیات ولکل امرء ما نوی۔

اس مثال کے بیان کرنے سے میرا یہ مطلب نہیں کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کا کام تو ساری دنیا کے لئے ہے۔ اور حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کا کام صرف ایک محدود حلقہ کے لئے تھا۔ بلکہ میں نے یہ مثال صرف ایک اصولی تشریح کے لئے بیان کی ہے ورنہ اپنے آقا کی اتباع میں حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کا حلقہ کار بھی ساری دنیا کے لئے تھا مگر اس وقت چونکہ جماعت کے کام کی ابتدا تھی۔ اس لئے وہ طبعاً ایک قلیل دائرہ میں محدود رہا۔ مگر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے وقت میں آ کر وہ حضور کی خاص مجاہدانہ کوششوں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئیوں کے مطابق دنیا کے کناروں تک وسیع ہو گیا اور یقیناً:۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

یہ اسی قسم کی صورت ہے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو حضور کی زندگی کے آخری ایام میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافتوں کے متعلق ایک رؤیا میں دکھائی گئی تھی۔ چنانچہ ایک حدیث میں آپ فرماتے ہیں:۔

(بخاری کتاب فضائل صحابہؓ) کہ مجھے رؤیا میں دکھایا گیا کہ ایک کنوئیں سے پہلے حضرت ابوبکرؓ نے ایک ڈول کے ذریعہ پانی نکالا۔ اور لوگوں کو سیراب کیا۔ مگر اس وقت یہ ڈول معمولی سائز کا تھا۔ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ

کے ہاتھوں میں اس ڈول کو کھینچتے ہوئے کچھ ضعف بھی محسوس ہوتا تھا۔ مگر جب یہ ڈول حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں میں گیا تو وہ ایک بہت بڑا ڈول بن گیا۔ لیکن پھر بھی حضرت عمر رضؓ نے اسے ماہر تر پہلوانوں کی طرح کھینچا اور ایک دنیا کو سیراب کر دیا۔ یہ بھی ایک تفاوت ہے جو خدا نے قائم کر رکھا ہے۔ فافھم وتدبر ولا تکن من الممترین۔

دوسرا اعتراض یہ کیا گیا ہے۔ کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے اسی خطبہ میں حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کی اولاد کا ذکر کرتے ہوئے اور اس تعلق میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بیٹے محمد ابن ابی بکر رضؓ کا ذکر فرماتے ہوئے یہ بھی فرمایا کہ:۔

"اس شرم کے مارے حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کی گردن جھک جائیگی جس طرح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی گردن شرم کے مارے جھک جائیگی جن کے بیٹے نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے داماد اور آپ کے پیارے خلیفہ (عثمانؓ) پر حملہ کیا"

سو اگر یہ غیر مصدقہ الفاظ من وعن حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں تو تب بھی کسی قسم کے اعتراض کی گنجائش نہیں۔ کیونکہ یہ ایک اصولی نوعیت کا کلام ہے جس میں صرف یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ اپنی اولاد میں سے بعض کی خرابی کی وجہ سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت مولوی نورالدین صاحب خلیفہ اول رضؓ اس مخصوص خوشی سے محروم ہو گئے۔ جو ایک نیک انسان کو اپنی اولاد کو نیک دیکھ کر ہوا کرتی ہے۔ اور قیامت کے دن ہوگی۔ اس میں کیا شبہ ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ایک نہایت اعلیٰ درجہ کے پاکباز بزرگ تھے۔ جنہیں تمام اہل سنت والجماعت نے سارے صحابہؓ میں اول نمبر پر شمار کیا ہے اسی طرح حضرت مولوی نورالدین صاحب خلیفہ اول رضی اللہ عنہ بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ میں نہایت ممتاز مقام رکھتے تھے۔ اور یقیناً ان ہر دو بزرگوں کی خوشی دوبالا ہو جاتی اگر انہیں یہ معلوم ہوتا۔ کہ ہمارے پیچھے ہماری ساری اولاد نے بھی ہمارا سچا ورثہ پایا ہے۔ اور یہی وہ احساس ہے جس کے فقدان کو اوپر کے حوالہ میں "شرم" کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ورنہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ جانتے ہیں۔ اور سارے مسلمان جانتے ہیں۔ کہ لا تزر وازرۃ وزر اخریٰ کے اصول کے ماتحت کوئی شخص کسی دوسرے شخص کے گناہوں کا بوجھ نہیں اٹھایا کرتا۔ خواہ وہ بیٹا ہی ہو یا کوئی رشتہ دار ہو۔ یا کوئی غیر ہو۔ پس شرم کے لفظ سے یقیناً صرف وہ احساس مراد ہے اور اس کے سوا کچھ نہیں۔ جو ایک نیک انسان کو اپنی اولاد میں سے کسی کو جادۂ صواب سے منحرف دیکھ کر طبعاً ہوا کرتا ہے۔ اور ہونا چاہیئے۔ خود ہمارے آقا سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے متعلق صحیح احادیث میں آتا ہے۔ کہ جب قیامت کے دن آپؐ اپنے صحابہؓ کی ایک پارٹی کو دیکھیں گے کہ خدا کے فرشتے انہیں دوسری طرف دھکیلے جا رہے ہیں تو آپؐ نہایت دردمند دل کے ساتھ فرمائینگے اصحابی اصیحابی۔ یعنی یہ تو میرے صحابہ ہیں یہ تو میرے صحابہ ہیں۔ جس پر فرشتے رسول پاک (فداہ نفسی) سے عرض کریں گے کہ یا رسول اللہؐ آپ نہیں جانتے۔ کہ یہ لوگ آپؐ کی وفات کے بعد کن اعمال کے مرتکب ہوئے؟

اسی طرح حضرت نوح علیہ السلام کے متعلق قرآن مجید بیان کرتا ہے کہ جب انہوں نے اپنے ایک بیٹے کو طوفان میں غرق ہوتے دیکھا۔ اور دوسری طرف خدا کا یہ وعدہ یاد کیا کہ تیرے اہل وعیال کو عذاب سے بچایا جائیگا۔ تو بے چین ہو کر خدا تعالیٰ سے عرض کیا کہ ان ابنی من اھلی وان وعدک الحق۔ یعنی خدایا میرا بیٹا تو میرے اہل میں سے ہے اور تیرا وعدہ ایک سچا وعدہ ہے "تو پھر یہ کیوں غرق ہو رہا ہے"؟ جس پر خدا نے فرمایا: انہ لیس من اھلک انہ عمل غیر صالح ۔۔۔۔ انی اعظک ان تکون من الجاھلین۔ یعنی اے نوح یہ لڑکا حقیقت کے لحاظ سے تیرے اہل میں سے نہیں ہے کیونکہ اس کے اعمال غیر صالح ہیں۔ پس میں تجھے نصیحت کرتا ہوں کہ عدم علم کی وجہ سے ایسے سوالات کر کے اپنے آپ کو پریشان مت کر۔

پس یہ ایک مسلّم اور ثابت شدہ حقیقت ہے کہ جہاں اولاد کا نیک ہونا ایک نیک انسان کے لئے غیر معمولی خوشی کا موجب ہوتا ہے۔ وہاں اولاد کا غیر صالح ہونا یا کسی فتنہ میں حصہ لینا نیک انسان کے لئے دکھ اور ایک گونہ شرم کا موجب بھی ہوتا ہے۔ مگر اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں۔ کہ باپ اپنی اولاد کے گناہوں کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ بلکہ صرف یہ مراد ہے۔ کہ اولاد کی خرابی نیک باپ کے لئے دکھ کا موجب ہوتی ہے۔ اور یہی وہ کیفیت ہے۔ جسے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جماعت کو سمجھانے اور تربیت اولاد کا احساس پیدا کرنے کے لئے "شرم" کے لفظ سے یاد کیا ہے ولکل ان یصطلح۔ ان الفاظ میں ہرگز ان ذی شان بزرگوں پر کوئی اعتراض مقصود نہیں۔ بلکہ یہ الفاظ محض نیک نیتی کے ساتھ ایک حقیقت کے اظہار کے لئے استعمال کئے گئے ہیں۔ اور اس کے سوا کچھ نہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بزرگی اور ارفع شان سے کون مسلمان انکار کر سکتا ہے۔ بلکہ ان کا نیک نمونہ ہمارے لئے ایک زبردست اسوہ ہے۔ اور ان کی اعلیٰ دینی خدمات ہمارے لئے ایک روشن مشعل ہدایت۔ اور ایسا کیوں نہ ہو۔ جبکہ ہمارے آقا نے انہیں اپنا بہترین نمونہ شمار کیا ہے؟ اسی طرح حضرت مولوی نورالدین صاحب خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کی بزرگی اور بلند روحانی مقام سے کوئی سچا احمدی انکار نہیں کر سکتا۔ جن کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کس محبت کے ساتھ فرمایا ہے کہ:۔

چہ خوش بودے اگر ہریک ز امت نور دیں بودے
ہمیں بودے اگر ہر دل پر از نور یقیں بودے

پس جو شخص یہ کہتا ہے۔ کہ ہم حضرت مولوی نورالدین صاحب خلیفہ اول رضؓ کا ادب نہیں کرتے وہ جھوٹا ہے۔ جو شخص یہ کہتا ہے کہ ہمارے دل میں حضرت خلیفہ اول رضؓ کی محبت نہیں وہ جھوٹا ہے۔ جو شخص یہ کہتا ہے کہ ہم حضرت خلیفہ اول رضؓ کو ایک پاکباز اور متقی اور عاشق قرآن بزرگ خیال نہیں کرتے۔ وہ جھوٹا ہے۔ جو شخص یہ کہتا ہے کہ ہم حضرت خلیفہ اول رضؓ کی خدمات کو کم کر کے دکھانا چاہتے ہیں وہ جھوٹا ہے۔ باقی رہا درجہ کا سوال سو رسول پاکؐ نے مومنوں کو اس سوال میں پڑنے سے منع فرمایا ہے ہاں ہم اتنا جانتے ہیں کہ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔ اور ہم یہ بھی جانتے ہیں۔ کہ جہاں حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کی تعریف حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمائی ہے وہاں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی تعریف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زبان پر خود رب العرش نے فرمائی ہے وانہ لا یفضل دونی والا یغنی۔

بالآخر میں اپنے دوستوں سے صرف یہ مختصر سی بات کہہ کر رخصت ہوتا ہوں کہ یہ فتنوں کے دن ہیں۔ دوستوں کو ان ایام میں بہت دعائیں کرنی چاہئیں۔ کیونکہ یہی وہ دن ہوتے ہیں جن میں سچے مومن اپنی دردمندانہ دعاؤں کے ذریعہ ترقی کرتے ہیں۔ کسی بزرگ نے کیا سچ فرمایا ہے کہ:۔

ہر بلا کیں قوم را حق دادہ اند
زیر آن گنج کرم بنہادہ اند

میں اپنے ذوق کے مطابق آجکل ذیل کی چار دعائیں کرتا ہوں۔ اگر دوست پسند کریں۔ تو وہ بھی ان دعاؤں کو اختیار کر سکتے ہیں:۔

(۱) یہ دعا کہ اللہ تعالیٰ موجودہ فتنہ کے ایام میں جماعت کا حافظ وناصر ہو۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کو صحت اور برکت اور خدمت کی لمبی سے لمبی زندگی عطا کرے۔

(۲) یہ کہ موجودہ فتنہ میں جو لوگ ملوث ہیں۔ اور خدا کے علم میں ان کی اصلاح مقدر نہیں اللہ تعالیٰ انہیں جماعت سے کاٹ کر ان کے فتنہ سے جماعت کو محفوظ کر دے۔

(۳) یہ کہ جو لوگ فتنہ میں تو ملوث ہیں مگر خدا کے علم میں ان کی اصلاح مقدر ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں سچی توبہ کی توفیق دے۔ اور ان کی اصلاح کا رستہ کھول دے۔

(۴) جو کہ جو لوگ حقیقۃً فتنہ میں ملوث نہیں ہیں۔ مگر کسی غلط فہمی کی وجہ سے ملوث سمجھ لئے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی بریت کا سامان پیدا کر دے۔

یہ وہ چار جامع دعائیں ہیں جو میں آجکل کرتا ہوں اور اگر دوست پسند کریں۔ تو وہ بھی ان چار دعاؤں کا التزام کر کے موجودہ وقت میں جماعت کی روحانی خدمت بجا لا سکتے ہیں۔ مگر علم رکھنے والے دوستوں کو علمی خدمت کی طرف سے بھی غافل نہ رہنا چاہیئے کیونکہ دعا اور دوا ہی خدمت کے دو بڑے ذریعے ہیں۔ گو مجھے افسوس ہے کہ میں بوجہ علالت آجکل علمی خدمت سے محروم رہا جاتا ہوں۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

خاکسار مرزا بشیر احمد ربوہ ۱۱ر ستمبر ۱۹۵۶ء

خریداران الفرقان کیلئے

رسالہ الفرقان کے ہندوستانی خریدار اپنے چندہ کی تمام رقوم دفتر محاسب صدر انجمن احمدیہ قادیان میں امانت الفرقان میں جمع فرما دیں سالانہ جلسہ کے موقعہ پر خاکسار کو نقد بھی ادا فرما سکتے ہیں سالانہ چندہ پانچ روپے ہے۔

خاکسار ابوالعطاء جالندھری ربوہ

ہماری ذمہ داریاں

از مکرم جی۔ ایم عنایت اللہ صاحب آف بنگلور

(۲)

اولوالعزم رہنما

ہم جیسا کہ اوپر بیان کر آئے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے ساتھ ہی آپ کا کام ختم نہیں ہوا بلکہ اس کام کو جاری رکھنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی والمصلح الموعود جیسا اولوالعزم رہنما جماعت احمدیہ کو عطا فرمایا اور آپ کے دامن کے ساتھ غلبۂ اسلام کی جو پیشگوئیاں وابستہ ہیں وہ بھی ایسی واضح ہیں کہ ان پیشگوئیوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم اپنی ذمہ داریوں پر غور کریں تو ہمیں یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ اب ہماری ذمہ داریاں پہلے سے بہت بڑھ گئی ہیں۔ کیونکہ مصلح موعود کے ذمہ جو کام ہے وہ ایسا عظیم الشان اور عالمگیر کام ہے جس سے ساری دنیا میں غلبۂ اسلام اور احمدیت کی ترقیات وابستہ ہیں۔ جیسا کہ حضرت مصلح موعود ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

"اب خدا نے مجھے حضرت مسیح موعودؑ کا مثیل قرار دیا ہے پس جس طرح حضرت مسیح موعودؑ پر ایمان لانے والے صحابہؓ سے جا ملے اسی طرح وہ لوگ جو آج یا آئندہ میرے نقش قدم پر چلیں گے جو میری اتباع میں اسلام اور احمدیت کے لئے ویسی ہی قربانیاں کریں گے جیسے صحابہؓ نے کیں چونکہ میں مسیح موعودؑ کا مثیل ہوں اس لئے وہ مجھ پر ایمان لانے اور میرے نقش قدم پر چلنے کی وجہ سے مسیح موعودؑ کے صحابہ کے مثیل ہو جائیں گے اور وہ چونکہ حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے مثیل ہیں اس لئے یہ بھی اس مماثلت کی وجہ سے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں شامل ہو جائیں گے۔"

پھر آپ فرماتے ہیں:۔

"مگر یہ مقام انسان کو حاصل نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنی قربانیوں سے اس بات کو ثابت نہیں کر دیتا کہ وہ واقعہ میں اس مقام اور انعام کا مستحق ہے محض اس بات پر خوش ہو جانا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام آئے اور ہم آپؑ کے صحابہ بن گئے تمہیں یقیناً اس مقام بلند کا مستحق نہیں بنا سکتا۔"

آگے فرماتے ہیں:۔

"اس زمانہ میں خدا تعالیٰ نے تمہارے لئے کئی قسم کے سہارے بہم پہنچائے ہیں اور تم ان سہاروں کے ذریعہ آسانی سے ان مقامات قرب کو حاصل کر سکتے ہو۔ مگر قربانیاں بہرحال ضروری ہوں گی۔ پس اس بات پر خوش مت ہو کہ تمہارے لئے صحابیت کا دروازہ آج بھی کھلا ہے۔ اس دروازہ کا کھلنا تمہارے لئے عمل کا موجب ہونا چاہیئے سستی اور غفلت کا موجب نہیں ہونا چاہیئے۔ پہلے لوگوں پر نا اُمیدی کی وجہ سے سستی طاری ہوئی۔ اور اب ہو سکتا ہے کہ کچھ لوگ محض اس امید کی وجہ سے کہ دروازہ تو کھلا ہے جب چاہیں گے داخل ہو جائیں گے سستی اور غفلت میں مبتلا ہو جائیں اور اس دروازہ کا کھلنا اُن کے لئے کسی خیر اور برکت کا موجب نہ ہو سکے۔ پس یہ مقام تو تمہیں مل سکتا ہے مگر ملے گا قربانیوں کے بعد۔ انہیں قربانیوں کے بعد جو صحابہ نے کیں اور جن کا ذکر سنکر آج بھی انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔" فرمایا:۔

"رستہ بے شک کھلا ہے مگر یہ قربانیوں کا رستہ ہے اور اس رستہ پر چلے بغیر تمہیں کچھ بھی حاصل نہیں ہو سکتا۔"

حضرت مصلح موعود کے مندرجہ بالا خطبہ جمعہ سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ہمارے ذمہ کتنی بڑی قربانیاں ہیں اور ان قربانیوں کو پورا کرنے سے ہمیں کونسا درجہ مل سکتا ہے۔ پس ہمیں سوچنا چاہیئے کہ وہ قربانیاں کونسی ہیں جن کا مطالبہ حضرت مصلح موعود ہم سے فرماتے ہیں۔ اور ہم کیونکر اور کیسے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے اس مطالبہ کو پورا کر سکتے ہیں۔

ذمہ داریوں کی تفصیل

اس مضمون میں ان تمام ذمہ داریوں کو جو احمدیت نے ہمارے کندھوں پر ڈالی ہیں شرح و بسط کے ساتھ لکھنے کی گنجائش نہیں تاہم مختصر طور پر چند اہم ذمہ داریوں کو ناظرین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں وما توفیقی الا باللہ۔

(۱) تبلیغ قرآن مجید کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر جو وحی سب سے پہلے نازل فرمائی اُس میں آپؐ کو یہی حکم دیا گیا تھا کہ اب دنیا میں علی الاعلان اللہ تعالیٰ کا نام بلند کرو یعنی اب اس بات کی لوگوں میں منادی کرو کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے۔ اُس کا کوئی شریک نہیں۔ گویا اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو پہلی وحی میں ہی کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی تبلیغ کا حکم دے دیا۔ اس کے علاوہ کئی ایسی آیاتِ کریمہ بھی ہیں جن میں خویش و اقارب۔ پڑوسیوں ہم وطنوں کو بھی تبلیغ کرنے کا حکم ہے اور خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ساری زندگی تبلیغ اسلام کے لئے وقف تھی اور اس زمانہ میں حضرت مسیح موعودؑ اور آپ کی جماعت کا کام تبلیغ اسلام ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے کہ ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ (توبہ ع۱۰)

اس آیت کریمہ کے متعلق تمام مفسرین کا اتفاق ہے کہ دیگر ادیان پر دین اسلام کا غلبہ مسیح موعود کے ظہور کے وقت ہو گا۔ پس مسیح موعود تشریف لائے اور گذر گئے۔ مگر آپ نے اسلام کی حمایت میں وہ دلائل بیان فرمائے کہ ان دلائل کے مقابلہ میں کوئی مذہب نہیں ٹھہر سکتا۔ اب ہمارا کام یہ ہے کہ ان دلائل اور براہین سے لیس ہو کر تبلیغ اسلام کریں۔ یہ تو مانی ہوئی بات ہے کہ تبلیغ اسلام سے تین فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ اول اصلاح نفوس:۔ اسکے ذریعہ سے ایک طرف مبلغ اپنے نفس کی اصلاح کی کوشش کرتا ہے۔ کیونکہ بغیر اپنی اصلاح کے دوسروں کی اصلاح ناممکن ہے اس لئے وہ پہلے اپنا نمونہ دنیا کے آگے پیش کرتا ہے۔ دوسری طرف اپنے ساتھ اپنے ملنے جلنے والے زیر تبلیغ دوستوں اور نئے احمدیوں کی بھی اصلاح کرتا ہے اور ایک مبلغ کے پیش نظر ہمیشہ یہ بات رہتی ہے کہ کہیں کوئی ایسا فعل مجھ سے سرزد نہ ہو جائے جو دوسروں کے لئے ٹھوکر کا موجب ہو۔

(۲) غیر اقوام کو اپنے اندر جذب کرنا جیسے جیسے ایک مبلغ کا اثر و رسوخ اس کے ملنے جلنے والوں میں بڑھتا چلا جائے گا اور اس کے پاک نمونہ سے لوگ متاثر ہوتے چلے جائیں گے لازمی بات ہے کہ زیر تبلیغ دوست اس کے اثر سے بچ نہیں سکتے اور وہ خود بخود احمدیت میں شامل ہوتے چلے جائیں گے

(۳) قومی بیداری جب احمدیت ترقی کرتی چلی جائے گی تو اس میں قومی بیداری کا احساس بھی روز بروز بڑھتا چلا جائے گا۔ پھر جماعت کا کیا بچہ کیا بوڑھا، مرد عورت سب ایک ہی جوش اور ولولہ کے ساتھ کام کرتے چلے جائیں گے۔

ان کا فائدہ

مندرجہ بالا سہ امور کے علاوہ تبلیغ کرنے والوں کے دل میں مطالعہ کا شوق بڑھے گا اور وہ صداقت کو دنیا کے سامنے پیش کرنے کے لئے دلائل و براہین کی جستجو میں ہمہ تن مصروف ہو جائے گا۔ اس طرح سے وہ اپنے علم کو بڑھاتا چلا جائے گا۔ دوسری طرف بے چین دنیا کے لئے امن و سکون کا موجب ہو گا۔ پس جب کوئی صدق و اخلاص سے اس الٰہی کام کو سرانجام دے گا تو خواہ کوئی اس کے کام کی تائید کرے نہ کرے مگر اللہ تعالیٰ ضرور اس کی تائید و نصرت فرمائے گا۔

دوسری اہم ذمہ داری

اصلاح خلق دوسری اہم ذمہ داری اصلاح اور خدمتِ خلق ہے۔ آجکل دنیا ایک عجیب کشمکش میں مبتلا ہے۔ مغربی و مشرقی تہذیب کے بڑے بڑے لیڈر سر جوڑ کر بیٹھے ہیں کہ کسی طرح دنیا میں امن و امان قائم ہو جائے اور دنیا سر دست تقریریں کرتے نظر آتے ہیں جس سے عوام کے دل کچھ تسلی پا جاتے ہیں۔ مگر باطن وہ تقاریر تخریبانہ کارروائیوں اور بد امنی کی آگ کو ہوا دیتی ہیں۔ جس سے بد امنی کو اور فروغ حاصل ہو رہا ہے۔ مشرق ہمیشہ دنیا کو روحانیت کا پیغام دیتا چلا آیا ہے اور آج بھی مشرق ہی دنیا کو مصائب و آلام سے نجات دلانے کا باعث ہو گا اور اس کا مرکز ہندوستان ہے کیونکہ موجودہ زمانہ میں روحانیت کا وہ چشمہ جو دنیا میں قیام امن کا ذریعہ بننے والا ہے۔ قادیان کی مقدس سرزمین میں ظاہر ہو چکا ہے۔ اب شدت سے پیاسی اور جاں بلب دنیا کو اس چشمہ سے سیراب کرانا ہمارا کام ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہمیں بتلایا ہے اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اس کام کو پورا کرنے کیلئے ہمیں ضروری تاکید بھی فرمائی ہے۔ جیسا کہ آپ فرماتے ہیں:۔

"ہمارے سپرد جو کام کیا گیا ہے وہ نہایت ہی اہم ہے اور ایسے زمانہ میں یہ کام ہمارے سپرد کیا گیا ہے جب دہریت اور عیش پرستی انتہا کو پہنچ چکی ہے۔ سائنس کے ذریعہ اسلام پر نئے نئے حملے کئے جا رہے ہیں۔ اور ایمان کے خلاف دنیا میں ایک شدید زہریلی ہوا جاری ہے۔ دوسری طرف ظلم یہ ہو رہا ہے کہ آدھی دنیا دوسری آدھی دنیا پر حکومت کر رہی ہے۔ تمام ایشیا، تمام افریقہ اِلاَّ ماشاء اللہ تمام جزائر الا ماشاء اللہ سارے کے سارے غلامی اور ماتحتی میں اپنی زندگی گزار رہے ہیں ان کے سارے حالات کو بدلنا اور محبت سے، پیار سے، اور نیکی سے، رافت سے اور شفقت سے لوگوں کی اصلاح کرنا ہمارا کام ہے"۔ پھر فرماتے ہیں:-

"ہم نے اسلام کی حکومت دنیا میں قائم کرنی ہے ہم نے دنیا میں وہ نظام قائم کرنا ہے جو اسلام قائم کرنا چاہتا ہے۔ ہم نے ہر شخص کے لئے کھانا مہیا کرنا ہے، ہم نے ہر شخص کے لئے کپڑا مہیا کرنا ہے، ہم نے ہر بیمار کے لئے علاج مہیا کرنا ہے، ہم نے ہر انسان کے لئے تعلیم کا سامان مہیا کرنا ہے"۔

یہ ہے وہ اصلاح خلق اور خدمت خلق کا عظیم الشان کام جو ہمارے سپرد ہوا ہے حضرت امام جماعت احمدیہ کے اس وسیع پروگرام کو دیکھ کر ہمیں گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں اور نہ ہی ہمیں اپنی قلیل تعداد کے ہونے پر کسی قسم کا تردّد کرنا چاہیئے کیونکہ اللہ تعالےٰ نے جس جماعت کو چن لیتا ہے اُس کی حیثیت گو ہمیشہ آٹے میں نمک کے برابر ہوتی ہے مگر یہی نمک روٹی کی جان ہوتا ہے۔ پس ہمیں اپنی قلت تعداد اور بے سروسامانی کو ہرگز ہرگز اپنے دلوں میں جگہ نہیں دینی چاہیئے بلکہ ایک نئے جوش اور ولولہ سے اپنا فرض ادا کرتے رہنا چاہیئے تا اس دورِ پُر آشوب میں ہم دنیا کو حقیقی معنوں میں امن و آرام، صلح اور پیار کا پیغام پہنچا سکیں۔

تیسری اہم ذمہ داری

تعلیم و تربیت۔ تیسری اہم ذمہ داری جو ہمارے کندھوں پر ڈالی گئی ہے وہ تعلیم و تربیت ہے جماعت احمدیہ مسلمانانِ عالم میں ایک فعال اور تبلیغی جماعت ہے اس لئے اس کے ہر فرد کو تعلیم حاصل کرنا از بس ضروری ہے۔ کیونکہ اسے ہمیشہ اپنے عقائد اور اپنی تعلیم کو دنیا کے سامنے پیش کرنا ہوتا ہے۔ اگر کوئی ان پڑھ ہو تو وہ کیسے اپنے فرائض انجام دے سکتا ہے۔ جبکہ ہمارا دعویٰ ساری دنیا کو فتح کرنے کا اور ایسی فتح حاصل کرنے کے لئے توپوں، بندوقوں اور تلواروں کی ضرورت نہیں بلکہ اس جنگ کے لئے دلائل و براہین کے ہتھیار لازمی ہیں اور بغیر ان ہتھیاروں کے ہماری فتح ناممکن ہے۔ حضرت سلطان القلم نے دنیا کو فتح کرنے کی دو دھاری تلوار ہمیں دیدی ہے اور یہ تلوار قرآن مجید کے وہ دلائل بیّنہ ہیں جن کے آگے ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم ہیچ ہیں۔ پس ان دلائل کو سیکھنے کے لئے علم حاصل کرنا ضروری ہے۔ حضور ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:-

"خدام الاحمدیہ کو تعلیم عام کرنے کی طرف توجہ کرنی چاہیئے۔ اگر وہ یہ کرلیں تو جماعت احمدیہ کے اخلاق بھی بلند ہو سکتے ہیں۔ کتابیں پڑھنے سے ان کا ذہن صیقل ہو گا۔ اور پھر اخلاق بھی بلند ہوں گے"۔

پھر فرماتے ہیں:-

"چاہیئے کہ سارے ہندوستان میں ہم لوگ ہی پہلے ہوں جن میں سو فی صدی تعلیم ہو"۔ (مشعل راہ صفحہ ۲۰۸)

دعا کی طرف توجہ کی ضرورت

سب سے بڑھ کر یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان پڑھ اور اُمّی ہونے کے باوجود ساری دنیا کے معلّم تھے مگر آپ بھی ہمیشہ یہی دعا کیا کرتے تھے "ربِّ زدنی علماً" تو پس ہمارا بھی یہی حال ہونا چاہیئے کہ جتنا زیادہ علم حاصل کریں اتنی سے زیادہ دعائیں بھی کرتے رہیں تا ہم صحیح معنوں میں اپنی ذمہ داریوں کو سمجھ سکیں پیار و محبت کے دلائل سے دین اسلام کا تمام مذاہب پر غلبہ ثابت کر سکیں۔ اسلامی صداقت کو لوگوں کے دلوں میں جانشین کرکے اُن کے دلوں کو فتح کر سکیں۔ جس دن ہم یہ کام کرلیں تو وہی دن اسلام کی حقیقی فتح کا دن ہو گا یہی جماعت احمدیہ کا نصب العین ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی الوصیت صفحہ ۹ میں تحریر فرماتے ہیں:-

"خدا تعالےٰ نے چاہتا ہے کہ اُن تمام روحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں کیا یورپ اور کیا ایشیا ان سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دین واحد پر جمع کرے۔ یہی خدا کی کا مقصد ہے جس کے لئے میں دنیا میں بھیجا گیا۔ سو تم اس مقصد کی پیروی کرو۔ مگر نرمی اور اخلاق اور دعاؤں پر زور دینے سے"۔

خلاصہ کلام

حضرت مصلح موعود خدام الاحمدیہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

"خدام الاحمدیہ کا کام کوئی معمولی کام نہیں ہے یہ نہایت اہمیت رکھنے والا کام ہے اور درحقیقت خدام الاحمدیہ میں داخل ہونا اور اس کے مقرر کردہ قواعد کے ماتحت کام کرنا ایک اسلامی فوج تیار کرنا ہے۔ مگر ہماری فوج وہ نہیں جس کے ہاتھوں میں بندوقیں یا تلواریں ہوں۔ بلکہ ہماری فوج وہ ہے جس نے دلائل سے دنیا پر غلبہ حاصل کرنا ہے۔ ہماری تلواریں ہماری بندوقیں وہ دلائل ہیں جو احمدیت کی صداقت کے متعلق ہماری طرف سے پیش کئے جاتے ہیں۔ ہماری تلواریں اور بندوقیں وہ دعائیں ہیں جو ترقی احمدیت کے متعلق ہم ہر وقت مانگتے رہتے ہیں۔ اور ہماری بندوقیں اور ہماری تلواریں وہ اخلاق فاضلہ ہیں جو ہم سے صادر ہوتے ہیں۔ پس دلائل مذہبی و دعائیں اور اخلاق فاضلہ یہی ہماری توپیں اور یہی ہماری تلواریں ہیں۔ انہی توپوں اور انہی تلواروں سے ہم نے دنیا کے تمام ادیان کو فتح کرکے اسلام کا پرچم لہرانا اور ان پر غلبہ اقتدار حاصل کرنا ہے"۔

(الفضل ۷ اپریل ۱۹۵۶ء بحوالہ المصلح کراچی)

وآخر دعوانا ان الحمد للہ ربّ العالمین۔

یو۔پی و بہار کی احمدیہ جماعتوں میں مبلغین کا تعلیمی و تبلیغی دورہ

جلسہ سالانہ قادیان کے بعد جو دسہرہ کی تعطیلات میں ۱۲ و ۱۳ و ۱۴ اکتوبر کو ہو رہا ہے نظارت کی طرف سے یو۔پی اور بہار کی جماعتوں میں مبلغین کے تبلیغی و تربیتی دورہ کا انتظام کیا جا رہا ہے۔ چونکہ شمالی ہندوستان کی اکثر جماعتوں میں ایک عرصہ سے جمود اور سستی پیدا ہو چکی ہے۔ اس لئے یہ دورہ نہایت ضروری ہے اور مرکز با وجود قلت وسائل اور کمزور مالی حالت کے اس دورہ کا انتظام کر رہا ہے۔

سب احباب سے درخواست ہے کہ اس موقعہ سے پورا پورا فائدہ اٹھائیں اور مندرجہ ذیل طریق پر مبلغین کے ساتھ تعاون فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

(۱) جس دن کسی جماعت میں مبلغین کے پہنچنے کی اطلاع ہو اس دن سب احباب جماعت (جن میں مستورات اور بچے بھی شامل ہوں) اپنے کاروبار سے فراغت حاصل کرکے اور اپنی ملازمت سے رخصت لے کر مبلغین سے ملیں۔ اور اجتماعی اور انفرادی پروگرام میں ان سے فائدہ اٹھائیں۔

(۲) مضافات اور قریب کے علاقہ میں رہنے والے احمدیوں کو بھی قبل از وقت اطلاع دے کر مبلغین کرام کی ہدایات سننے کے لئے جمع کیا جائے۔

(۳) جن غیر احمدی یا غیر مسلم ذمہ دار حضرات کو احباب جماعت خاص طور پر تبلیغ کرانا چاہیں ان سے پہلے ہی وقت کی تعیین کر لی جائے اور مبلغین کے ذریعہ تبلیغ کرائی جائے۔

(۴) اگر کوئی تنازعہ جماعت میں ہو تو اس کو سلجھانے کے لئے مبلغین کی خدمات سے فائدہ اُٹھایا جائے۔

(۵) اگر کسی اجتماعی تبلیغی جلسہ کا پروگرام بن سکے تو مبلغین کی آمد پر ضرور ایسا کر لیا جائے۔

(۶) تربیتی اجلاسات جن میں مستورات اور بچے بھی شامل ہوں منعقد کئے جائیں اور جماعت کے مخصوص اصلاح کے قابل حالات سے مبلغین کو اطلاع دے کر ان حالات کی اصلاح کے لئے وعظ کرائے جائیں۔

امید ہے کہ جملہ احباب اس زریں موقعہ سے جو جماعت کی تربیت و اصلاح اور اعلائے کلمۃ اللہ کی غرض سے بہم پہنچایا جا رہا ہے پورا پورا فائدہ اُٹھائیں گے اور اپنے آپ کو اور دوسرے احباب جماعت کو زندہ مذہب اور زندہ خدا کا زندہ نمونہ بنائیں گے۔ اور اللہ تعالےٰ سے وہ اجر پائیں گے جو اس کے خالق اور برگزیدہ بندوں کے لئے مخصوص ہے

(ناظر دعوت و تبلیغ قادیان)

تازہ خواہی داشتن گر داغ ہائے سینہ را
گاہے گاہے باز خواں ایں قصۂ پارینہ را

——— (مولانا محمد ابراہیم صاحب بقاپوری کے قلم سے) ———

۱۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں جب ایک سالانہ جلسہ پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے سورۂ لقمان کے دوسرے رکوع کی تفسیر کر کے سنائی۔ تو اس میں ایسے ایسے حقائق و معارف سنائے۔ کہ ہم نے کبھی ایسے معارف نہیں سُنے تھے۔ اس پر چند دوست جوں جوں سنتے خوشی سے سبحان اللہ سبحان اللہ کہنے لگ پڑے ہمارے پاس ہی مکرم خواجہ کمال الدین صاحب بیٹھے ہو۔ یہ کہنے لگے۔ کیوں نہ ایسے معارف ہوں حضرت حکیم الامت کے صاحبزادہ محمود احمد صاحب شاگرد جو ہوئے۔ میں نے کہا کہ ہم تو ہمیشہ حکیم الامت کے درس سنتے ہیں مگر ایسے حقائق و معارف ان سے کبھی نہیں سُنے۔

خدا تعالیٰ کی قدرت جب حضرت صاحبزادہ صاحب کی یہ تقریر ختم ہوئی۔ تو جھٹ مولوی نور الدین صاحب صاحبزادہ کے پاس آ گئے۔ اور آپ کے کان پر انگلی رکھ کر فرمانے لگے۔ میاں ہمارے ملک میں کہاوت ہے کہ اُونٹ چالی بوتا بتالی" یعنی اُونٹ کی قیمت اگر چالیس روپیہ ہو۔ تو اس کے بچہ کی قیمت بیالیس روپے ہوتی ہے۔ یعنی آپ کے حقائق و معارف حضرت مسیح موعود علیہ السلام جیسی شان کے ہیں۔ پھر مجھے حضرت مولوی صاحب نے فرمایا۔ کیوں مولوی صاحب میرا بھی آپ درس سنتے ہی ہیں مگر اس طرح کے حقائق و معارف تو انہیں کا حق ہے۔ میں نے عرض کیا جی ہاں یہ تو کوئی ایسی بات نہیں ہے۔ یہ کہہ کر میں نے خواجہ صاحب کی طرف نظر کی۔ تو انہوں نے اپنی نظر نیچے کر لی۔

۲۔ رسالہ تشحیذ الاذہان کے اجراء پر جو مقالہ حضرت مصلح موعود ایدہ الودود نے لکھا تھا۔ خدا تعالیٰ نے اس کی قبولیت دشمنوں سے بھی کرائی۔ چنانچہ مولوی محمد حسین بٹالوی نے اپنے رسالہ میں یوں ریویو کیا۔ کہ "میں سمجھتا تھا کہ یہ سلسلہ احمدیہ صرف مرزا صاحب (مسیح موعود) کی زندگی تک ہی ہے۔ لیکن ان کے فرزند ارجمند کے اس مضمون کو پڑھ کر میں یقین کرتا ہوں۔ کہ اب یہ سلسلہ چلا لیں گے۔

اس کا ذکر حضرت مولوی نور الدین صاحب نے صاحبزادہ صاحب مصلح موعود ایدہ اللہ تعالیٰ کی موجودگی میں حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں عرض کیا۔ میں نے دیکھا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے محبت بھری نگاہ سے حضرت مصلح موعود کی طرف دیکھا۔ اور یوں معلوم ہوتا تھا کہ حضور دعا فرما رہے ہیں۔

۳۔ ۱۹۱۳ء میں ایک دن حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا۔ کہ ڈاک میں اخبار پیغام صلح آیا۔ آپ نے اس کو ہاتھ میں لیا اور فرمایا۔ کہ لوگوں کے لئے تو پیغام صلح ہوگا۔ لیکن ہمارے لئے تو پیغام جنگ ہے۔

تصویر کا دوسرا رُخ۔

۴۔ حضرت خلیفہ اول رضؓ کے انتقال سے جو صدمہ احمدیہ جماعت کو پہنچا۔ وہ حضرت مسیح موعودؑ کی وفات سے کم نہ تھا۔ کیونکہ مخالفین یہ سمجھتے تھے کہ یہ سارا نظام مولوی نور الدین صاحب کی وجہ سے تھا۔ مولوی صاحب قابل آدمی تھے۔ اور مرزا صاحب برائے نام ہی تھے۔ اب یہ قابل آدمی فوت ہو گئے ہیں۔ اور اب ساتھ ہی سلسلہ بھی (نعوذ باللہ) ختم ہو جائے گا۔ اُدھر جماعت کے جو بڑے بڑے لوگ تھے۔ ان کو ایک خفیہ ٹریکٹ کی وجہ سے جو مولوی محمد علی صاحب کا لکھا ہوا تھا ابتلاء آ گیا۔ اور میں نے جو دیکھا کہ نماز جمعہ پڑھتے ہی نواب صاحب کی کوٹھی کی طرف لوگ گئے بعض جماعتوں کو تاریں دلوا دیں ۔۔ اور صاحبزادہ صاحب نے بھی بعض مناسب جماعتوں کو تاریں دلوائیں۔ عصر کی نماز پڑھانے کے بعد حضرت صاحبزادہ صاحب نے ایک مختصر تقریر کی۔ جس میں آپ نے فرمایا۔ کہ یہ دن احمدیہ جماعت کے لئے ابتلاء اور مصیبت کا دن ہے۔ احباب کو چاہیئے کہ خدا تعالیٰ کے حضور کھڑے ہو کر رات بھر دعائیں کریں اور صبح کو روزہ رکھ کر دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ منصب خلافت کے لئے اس شخص کو چنے اور اس شخص کو کھڑا کرے۔ جو اس سلسلہ کے لئے مفید اور بابرکت ہو۔ اور اس کی رضا کی راہ پر چلنے چلانے والا ہو۔ وغیرہ۔

لوگوں میں ایک ہیجان سا تھا۔ اور غم کا ایک پہاڑ گر پڑا تھا۔ لوگ روتے تھے اور اپنے اپنے مذاق کے مطابق میں سرگوشیاں بھی ہونے لگیں۔ اور یہ تقریر کرنے کے بعد حضرت صاحبزادہ صاحب جنگل کی طرف تشریف لے گئے آپ کو جاتے ہوئے دیکھ کر مولوی محمد علی صاحب آپ کے پیچھے دوڑے اور آواز دے کر کھڑا کر لیا دونوں نے وہاں کچھ دیر تک باتیں کیں۔ پھر رات کو حضرت صاحبزادہ صاحب نے نواب محمد علی خان صاحبؓ۔ میرزا صاحبانؓ اور صاحبزادگان کو اکٹھا کیا۔ اور فرمایا کہ اگر یہ لوگ اس بات پر راضی ہو جائیں کہ مولوی محمد علی صاحب ہمارا خلیفہ ہو جائیں۔ تو میں ان کی بیعت کروں گا آپ بھی کریں۔ تاکہ جماعت کا اتحاد قائم رہے گو ہم لوگ اس جبر کوشش کر اور مولوی محمد علی صاحب کی طبیعت کو جانتے ہوئے نہیں چاہتے تھے کہ مولوی صاحب کے ہاتھ پر بیعت کریں۔ لیکن چونکہ ہم جماعت انصار اللہ حضرت صاحبزادہ صاحب کے ماتحت دینی کام کرتے تھے۔ اس لئے ہم بھی اس بات پر راضی ہو گئے۔ غرض اس طرح رات بھر مولوی محمد علی صاحب بھی اپنے رفقا کے ساتھ باتیں کرتے رہے۔ صبح روزہ رکھا اور دعاؤں میں مشغول ہو گئے۔ حضرت صاحبزادہ صاحب نے نماز فجر پڑھانے کے بعد مجھے فرمایا۔ کہ آپ چالیس احباب کو میرے کمرے میں جمع کریں۔ میں نے ان سے مشورہ کرنا ہے۔ میں نے لوگوں کو بلایا۔ اور دروازہ پر مکرم شیخ یعقوب علی صاحب کو گننے پر مقرر کیا جب چالیس آدمی پورے ہو گئے اور آپ کمرے کا دروازہ بند کرنے لگے۔ تو مرہم عیسے صاحب مرحوم آئے۔ لیکن شیخ صاحب نے یہ کہہ کر کہ چالیس آدمی میرے آقا نے کہے ہیں۔ پورے ہو گئے ہیں۔ ان کو اندر نہ آنے دیا۔ جس کے باعث ان کو ایک دو سال ابتلاء رہا۔ حضرت صاحبزادہ صاحب نے مختصر سی تقریر میں فرمایا۔ کہ میں نے آپ چالیس لوگوں کو اس لئے بلایا ہے۔ کہ الوصیت میں جو لکھا ہے کہ جس پر چالیس آدمی متفق ہوں۔ وہ خلیفہ اور بیعت لینے کا مجاز ہے۔ تو آپ چالیس یہ بتلائیں۔ کہ خلیفہ انجمن کا مطیع ہوگا یا انجمن خلیفہ کی مطیع ہے اور وہ مطاع ہے۔ نیز یہ بتلائیں۔ کہ وہ ہر ایک نئے یا پرانے احمدی سے بیعت لے گا۔ یا صرف جو آئندہ احمدی ہوگا وغیرہ۔ ہم سب نے بالاتفاق یہ کہا۔ کہ خلیفہ مطاع ہوگا اور انجمن مطیع ہوگی۔ اور خلیفہ کی بیعت سب نئے پرانے احمدیوں کو کرنی ہوگی۔ جیسا کہ ہم سب نے جنہوں نے حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت کی ہوئی تھی۔ حضرت خلیفہ اول رضؓ کی بھی بیعت کی۔

اس وقت مکرم شیخ یعقوب علی صاحب نے مجھے کہا کہ آپ حضرت صاحبزادہ صاحب سے کہیں کہ ہم آپ کو خلیفہ مانتے ہیں۔ آپ ہماری بیعت لیں۔ میں نے کہا "آپ کہیں" حضرت صاحبزادہ صاحب نے سن کر فرمایا۔ میں اس طرح خفیہ بیعت نہیں لیتا۔ اور نہ میں نے بیعت کے لئے آپ لوگوں کو بلایا ہے اب آپ جائیں اور کاغذ پنسل لے کر آنے والے لوگوں سے بھی دریافت کریں کہ خلیفہ کیسا ہونا چاہیئے۔ اور بیعت کس کو کرنی چاہیئے۔ چنانچہ کچھ آدمی مقرر کئے گئے۔ اور میں نے خود بھی کاغذ پنسل سے کر بعض آنے والوں سے دریافت کیا جو چالیس پچاس کے قریب تھے۔ غرض تمام آنے والے جن سے مختلف دریافت کرنے والوں نے دریافت کیا۔ جن کی تعداد قریباً ۲½ ہزار کے قریب تھی سب نے بالاتفاق لکھ کر دستخط کئے۔ کہ خلیفہ مطاع ہونا چاہیئے۔ انجمن ہماری طرح تابع ہو اور ہم سب پر خلیفہ کی بیعت ضروری ہے۔

۵۔ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے منصب خلافت پر سرفراز ہونے پر محمد علی صاحب کے متعلق معلوم ہوا کہ وہ قادیان کی رہائش کو چھوڑ کر لاہور جا رہے ہیں۔ تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی اجازت سے مولوی فرزند علی خان صاحب مولوی محمد علی صاحب کو سمجھانے کے لئے گئے اس وقت خاکسار اور چوہدری حاکم علی صاحب مرحوم بھی ساتھ تھے۔ خان صاحب نے مولوی صاحب کو بڑی ہمدردی سے حضرت صاحب کی طرف سے پیغام دیا۔ کہ "آپ قادیان میں رہیں لاہور نہ جائیں۔ آپ کو کسی قسم کی تکلیف انشاء اللہ نہیں ہوگی وغیرہ" تو مولوی صاحب نے کہا۔ "میں قادیان نہیں چھوڑ سکتا۔ میں صرف دو چار دن کے لئے لاہور جا رہا ہوں یہ کسی نے جھوٹ بولا ہے۔ قادیان کی محبت ہمارے دلوں سے نکل نہیں سکتی وغیرہ۔ جب واپس آ کر خان صاحب نے حضرت صاحب کو یہ باتیں بتائیں۔ تو حضرت صاحب خود بنفس نفیس ان کی کوٹھی پر تشریف لے گئے اور سلام مسنون کہہ کر انکی طرف متوجہ ہوئے تو مولوی محمد علی صاحب بجائے حضور کو سلام کا جواب دینے اور حضور کی طرف متوجہ ہونے کے میاں بگا سے باتیں کرنے لگے۔ بڑے آخر حضور انور تشریف لے آئے۔

۶۔ مولوی صدر دین صاحب کے پاس بھی خاکسار اور ایک دوست گئے۔ انہوں نے کہا کہ اب ہم تو جا رہے ہیں۔ اور ہمارے ذریعہ ہی چندہ آتا تھا اور خزانے میں اب کچھ آنے پائیاں ہی ہیں سرکاری گرانٹ بند ہو جائیگی۔ اب عیسائی آئینگے اپنا مشن چلائیں گے یہ تھے اس وقت انکے اخلاق اور ارادے اور اعتقاد۔ (بشکریہ رسالہ خالد ربوہ)

روئیداد جلسہ تحریک جدید قادیان

(بقیہ صفحہ نمبر ۶)

گئیں اور اب وہ دین اسلام کی اشاعت میں لگے ہوئے ہیں۔ اور انہیں کی زبانوں میں مفید اور کارآمد لٹریچر بھی تیار کیا جا رہا ہے۔ اور ہر جگہ مساجد کی تعمیر بھی جاری ہے۔ تاکہ وہ اشاعت اسلام کے مرکز کا کام دیں اور مادی دنیا دین کی طرف رجوع کرے۔ اس سلسلہ میں خدا کے فضل سے بڑی کامیابی ہو رہی ہے۔ اللّٰھم زد فزد۔

"تمدن اسلام کا قیام" مطالبہ تحریک جدید پر مکرم مولوی محمد یوسف صاحب مدرس مدرسہ احمدیہ نے تقریر کرتے ہوئے پہلے تمدن کی تعریف کی اور بتایا کہ دنیا میں رائج الوقت مختلف تمدنوں میں سے صرف اسلام کا بتایا ہوا تمدن ہی انسانی ضرورتوں کو پورا کر سکتا ہے۔ آپ نے بتایا کہ تمدن کی پہلی سیڑھی ازدواجی تعلقات کی استواری ہے۔ جس کے بارہ میں اسلام نے اصولی تعلیم دی ہے کہ یہ تعلقات تقوے اللہ پر مبنی ہوں نہ کہ کسی اور غرض سے پھر آپ نے تربیت اولاد اور اس کو قابل بنانے کی طرف توجہ دلائی کہ یہ بھی تمدن اسلام کو دنیا میں قائم کرنے کا بہترین ذریعہ ہے نیز آپ نے یتامیٰ کی نگرانی اُن کی تعلیم و تربیت کے بہترین طریق رائج کئے جانے کو ضروری قرار دیا۔ اسی طرح رسوم وغیرہ کو ترک کرنے کو اور حالات جنگ میں اعلیٰ اسلامی تعلیمات کا ذکر کر کے جنگی قیدیوں کے بارہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی تشریح کی۔

آخر میں آپ نے فرمایا کہ قرون اولیٰ میں ان تمام باتوں پر عمل ہوتا رہا ہے۔ لیکن اب مسلمانوں کے بگڑ جانے سے اس تمدن کو ترک کیا جا چکا ہے۔ مگر خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے اب یہ جماعت کے ذریعہ اس تمدن کو پھر رائج کرنے کے سامان کر دیئے ہیں۔

۱۶ ار ۱۸ اور ۲۳ ویں مطالبات بیان کرتے ہوئے کریم الدین صاحب حیدرآبادی طالب علم مدرسہ احمدیہ نے بتایا کہ حضور نے تحریک جدید کے آغاز میں جماعت کے بیکاروں کو کہا کہ وہ باہر نکل جائیں۔ چنانچہ خدا نے اس میں برکت دی۔ پھر آپ نے ہاتھ سے کام کرنے کے مطالبہ کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ کسی قوم کی ترقی کا انحصار اس بات پر ہے کہ قوم کا ہر فرد اپنے ہاتھ سے کام کرنے کی عادت ڈالے۔ بیکاری اس وجہ سے پیدا ہوتی کہ کسی کام کرنے کی عادت نہیں ہوتی۔ اس بارہ میں صحابہ کرام کا نمونہ موجود ہے

بعدہ منشی عبدالرحیم صاحب ثانی نے تحریک جدید پر اپنی نظم خوش الحانی سے سنائی۔ جس میں آپ نے تحریک کے تمام مطالبات کو نظم کیا تھا

نظم کے بعد مولوی بشیر احمد صاحب گیانی نے قومی دیانت اور عورتوں کے حقوق کے مطالبات پر تقریر کی۔

آخر میں محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب نے مطالبہ دعا کا ذکر کرتے ہوئے بیان فرمایا۔ کہ آج تک دنیا میں جس قدر انبیاء گذرے ہیں کی زندگیوں کا مطالعہ کرنے سے ہمیں اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ وہ بے عمل لوگوں کی طرح ایک جگہ دھونی رما کر بیٹھ نہیں گئے بلکہ خدا تعالیٰ نے ان کو عملی رنگ میں بھی محنت اور مشقت کرنے کا نمونہ بنایا۔ دور کیوں جائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگیوں میں ہمیں یہ نمونہ نظر آتا ہے۔ کہ ان لوگوں نے توکل سے یہ نہ سمجھا تھا کہ بس مسجد میں بیٹھ گئے اور نمازیں پڑھ لیں یا تسبیح پڑھ کر دعا لفظ کرنے لگے بلکہ انہوں نے بتایا کہ صحیح توکل یہ ہے کہ وہ تمام اسباب اور عقل کو عمل میں لایا جائے۔ اگر تبلیغ آدمیوں کے ذریعہ ہوتی ہے تو ایسے آدمیوں کو تیار کیا جائے۔ اگر تبلیغ مال سے ہو سکتی ہے تو مال کا مطالبہ کیا جائے۔ اگر اس کام کے لئے مبلغین کے علاوہ دیگر احباب جماعت کو خدمت دین کی طرف لگانے کی ضرورت ہے تو اُن کو بھی اس کی دعوت دی جائے آپ نے فرمایا۔ میں نے جہاں تک تحریک جدید کا مطالعہ کیا ہے۔ درا صل اس میں توکل کے صحیح مفہوم کو پیش کیا گیا ہے کہ۔ اعقل و توکل کہ پہلے اپنے اونٹ کا گھٹنا باندھ پھر اُسے خدا کے حوالہ کر دے۔ اس طرح تحریک جدید کے تمام دیگر مطالبات اعقل کا مقام رکھتے ہیں۔ لیکن ان کے باوجود اگر خدا کا فضل بھی شامل حال ہو تو سب کچھ ہو سکتا ہے۔ اس لئے حضور نے آخری مطالبہ دعا کا رکھا ہے کہ تمام ایسے افراد جماعت جو اپنی کسی نہ کسی مجبوری اور معذوری کی وجہ سے دیگر مطالبات میں حصہ نہ لے سکتے ہوں تو وہ نہایت عاجزی ۲۶

ہوم وانکساری کے ساتھ خدا کے حضور دعائیں کریں کہ اے ہمارے خدا تیرے دین کی اشاعت اور اُس کے غلبہ کی تڑپ ہمارے دلوں میں تو ہے لیکن اپنی گوناگون کمزوریوں اور معذوریوں کے باعث ہم اس میں عملی حصہ نہیں لے سکتے۔ مگر اے خدا جو تیرے دین کی خدمت میں عملاً حصہ لے رہے ہیں اُن پر تو اپنا فضل نازل کر کے اُن کو مزید خدمات کی توفیق دے۔

پھر جس کام کو خدا نے خود کرنے کا ارادہ کر رکھا ہو تو اس غرض کے حصول کے لئے اگر دعا کی جائے گی تو وہ دعا بہت جلد قبول ہوگی اور ثواب کا بھی موجب ہے۔ اسکے بعد آپ نے تقریروں پر صدارتی ریمارکس کے بعد اجتماعی دعا کرائی۔ اور جلسہ ساڑھے گیارہ بجے نہایت کامیابی کے ساتھ ختم ہوا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اخلاص و عقیدت کے

عہد کی تجدید

منافقین کے موجودہ فتنہ سے ہندوستانی احباب جماعت کا شدید نفرت و بیزاری کا اظہار

(۸)

جماعت احمدیہ چنتہ کنٹہ

جماعت احمدیہ چنتہ کنٹہ کے اکثر افراد موجود نہیں تھے۔ جس کی وجہ سے مورخہ ۱۲ر اگست ۱۹۵۶ء بعد نماز جمعہ جماعت کی جانب سے ایک غیر معمولی اجلاس میں مندرجہ ذیل ریزولیوشن متفقہ طور پر منظور کیا گیا۔ جماعت احمدیہ کا یہ ہنگامی اجلاس مسمی اللہ رکھا اور اس کے ساتھیوں کی منافقانہ شرارت کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے اور ان سے نفرت اور بیزاری کا اظہار کرتے ہیں۔ نیز جماعت چنتہ کنٹہ کے جملہ افراد حضرت اقدس سیدنا امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود کو [illegible] دل سے اور جان سے مصلح موعود اور خلیفہ برحق یقین کرتے ہیں۔ اور تادم زیست کرتے رہیں گے۔ اور حضور کی ذات گرامی سے اپنی عقیدت اور وفاداری کا اظہار کرتے ہیں کہ ہم اپنی تمام زندگی خلافت کے ساتھ وابستہ رکھیں گے۔ اور کوئی شخص ہمیں اس وابستہ سے برگشتہ کرنے کی کوشش کرے گا۔ تو ہم اس پر خدا تعالیٰ کی لعنت بھیجیں گے۔ ہم حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ پر دوبارہ والا معاہدہ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں اس عہد پر ہمیشہ قائم و دائم رکھے۔ اور اس کی توفیق عطا فرمائے آمین

دستخط ۱۶ افراد جماعت احمدیہ چنتہ کنٹہ

اورین (بہار)

یہاں کے جملہ احمدی مردوں اور مستورات کے دستخطوں کے ساتھ بتاریخ ۱۸ر اگست ایک ریزولیشن بحوالہ اخبار بدر مرقومہ ۷ر اگست کے بخدمت حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ روانہ کیا گیا تھا۔ جس میں فتنہ پردازوں سے برأت وغیرہ کا اظہار اور خلافت سے وابستگی کا اقرار کیا گیا تھا نیز دعاؤں کی استدعا اور منافقوں سے ہوشیار رہنے کی اطلاع تھی۔ جس کے جواب میں پرائیویٹ سیکرٹری صاحب کا کارڈ مورخہ ۱۴ر ستمبر یہاں ۱۱ر ستمبر کو موصول ہوا۔ جس میں تحریر ہے کہ:-

مکرمی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپکی چٹھی محررہ ۱۲ر ۸ر ۵۶ء سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کے ملاحظہ اقدس میں آئی۔ حضور نے فرمایا۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ایمان و اخلاص میں برکت بخشے۔ اللہ تعالیٰ فتنہ پرداز لوگوں سے جماعت کو محفوظ رکھے آمین۔

عاجز سید وزارت حسین ابن فرزند شلی امیر صوبہ بہار مقام و ڈاکخانہ اورین۔

جماعتہائے احمدیہ علاقہ پونچھ

خاکسار نے جملہ جماعت ہائے احمدیہ علاقہ پونچھ کا دورہ کیا۔ تمام احباب جماعت حضور پرنور کے ساتھ والہانہ محبت و عقیدت رکھتے ہیں۔ اور حضور پرنور کے قدموں پر اپنی جان، اولاد اور مال قربان کرنا ایک حقیر چیز سمجھتے ہیں۔ اور منافقین سے نفرت و بیزاری کا اظہار کرتے ہیں۔

حضور کا ادنیٰ خادم

شیخ حمید اللہ مبلغ جماعت احمدیہ علاقہ پونچھ

منظوری عہدہ داران مجلس خدام الاحمدیہ جمشید پور

۱۔ قائد۔ مکرم محمد احمد صاحب افغان

۲۔ سیکرٹری تعلیم و تربیت۔ مکرم نجام الدین صاحب۔

زلازل، طوفان اور سیلاب کے روحانی اسباب

از جناب سیٹھ علی محمد اے الہ دین صاحب سکندرآباد دکن

اس میں کوئی شک نہیں کہ بعض اوقات طبعاتی اور جغرافیائی وجوہات سے زلازل اور طوفان رونما ہوتے ہیں۔ لیکن ایک سمجھدار انسان جب ان آفاتِ ارضی اور سماوی پر غور و تدبر کرتا ہے تو وہ مجبور ہو کر اس نتیجہ پر پہنچتا ہے۔ کہ ان غیر معمولی آفات کے اسباب زمینی کے علاوہ روحانی اور سماوی بھی ہو سکتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی جب اپنے دوبارہ آنے کی پیشگوئی فرمائی تو یہ فرمایا ہے کہ تم اُس وقت "لڑائی اور لڑائیوں کی افواہ سنوگے اور قوم پر قوم، سلطنت پر سلطنت چڑھائی کرے گی۔ جگہ جگہ کال پڑیں گے اور بھونچال آئینگے۔" (متی ۲۴ ب ۶-۷)

اسی طرح قرآن کریم میں بھی خدا تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ میں اُس وقت تک کسی قوم پر عذاب نہیں بھیجتا جب تک کہ میں ان میں اپنا ڈرانے والا نہ بھیجوں (پ ۱۵ ع ۲)

یہ ہمیشہ سے خدائے قدوس کا قانون ہے کہ انسان جب بھی اپنے خالق کو بھول کر سرکش اور نافرمان ہو جاتا ہے تو خالق اکبر اپنی صفت رحمانیہ کے مطابق انسان کی ہدایت کے لئے اپنا ایک خاص بندہ مبعوث فرماتا ہے تاکہ جس شاہ راہ سے وہ بھٹک گئے ہیں اس کی از سر نو نشان دہی کرا دے۔ چنانچہ دنیا کے جملہ مذاہب اور اُن کی مقدس کتب میں اس بات کی تصدیق کرتی ہیں۔ میں اس وقت بباعث طوالت صرف بھگوت گیتا میں سے شری کرشن جی کا ایک قول مذکورہ بالا بیان کی تصدیق میں نقل کرتا ہوں۔ آپ فرماتے ہیں:۔

"اے ارجن جب سنسار میں دھرم کی ھانی ہوتی ہے بدیاں اور پاپ پھیل جاتے ہیں۔ لوگ مذہب سے کوسوں دور ہو جاتے ہیں۔ تو میں اس وقت نیکوں اور نیکوکاروں کی مدد کے لئے جنم لے کر برائی اور بدکاری دنیا سے نیست و نابود کر دیتا ہوں اور سچا دھرم قائم کرتا ہوں۔"

اس وقت تک جو دنیا نے اخلاقی و روحانی ارتقائی منازل طے کی ہیں اور اخلاق فاضلہ اور ادراکات خداوندی کا جذبہ پیدا ہوا ہے۔ وہ محض انہی برگزیدہ بزرگوں کے طفیل ہوا ہے۔ جو وقتاً فوقتاً خدا کی طرف سے مبعوث ہوتے رہے۔ جیسے شری کرشن جی مہاراج شری رام چندر جی مہاراج، اور بودھ جی مہاراج، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد رسول اللہ صلعم ہیں!

اب طبعاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ موجودہ مادی اور لادینی دور میں بھی کوئی خدا تعالےٰ کا فرستادہ ہوا۔ جس نے یہ دعویٰ کیا ہو کہ وہ جملہ مذاہب کے لئے حکم و عدل ہے اور جس نے اپنے انفاس قدسیہ سے ہزاروں انسانوں کو نیک دل اور پاک دامن بنایا ہو۔ "ہاں" وہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ہیں۔ جن کو خدا تعالےٰ نے مسلمانوں کے لئے مہدی، عیسائیوں کے لئے مسیح ہندوؤں اور سکھوں کے لئے نہ کلنک اوتار اور برگزیدہ گرو کے نام سے مبعوث فرمایا۔ جس سے ہزارہا آسمانی نشان ظاہر ہوئے۔ اور ہزاروں انسانوں نے اُن کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر روحانیت کے اعلےٰ مدارج طے کئے۔

یہ خدائی نوشتہ ہے جو پورا ہو کر رہے گا۔ کہ دنیا کو اس وقت چین اور امن نصیب نہ ہوگا جب تک اس نیک دل اور مقدس انسان کے بتائے ہوئے راستے پر گامزن نہ ہو۔ اور اس کی باتوں کو نیک نیتی سے قبول نہ کریں +

جناب گورنر صاحب صوبہ اُڑیسہ کا مکتوب

نظارت امور عامہ نے جناب بھیم سین صاحب سچر کے صوبہ اُڑیسہ کے گورنر مقرر ہونے پر انکی خدمت میں تہنیتی مکتوب ارسال کیا تھا۔ چنانچہ انکے جواب میں انکے سیکرٹری صاحب کی طرف سے ذیل کا مکتوب نمبر ۲۹۸۷-G-۵ مورخہ ۱۸-۹-۵۶ موصول ہوا ہے۔

جناب ملک صلاح الدین صاحب ایم-اے ناظر امور عامہ جماعت احمدیہ قادیان (پنجاب)

محترمی۔ آپکے مکتوب نمبر ۲۳۵۶/۱۲-۵۶-E مورخہ ۱۱ 9/56 میں جن نیک خواہشات اور تہنیتی جذبات کا اظہار کیا گیا ہے میں شری بھیم سین صاحب سچر گورنر اڑیسہ کی طرف سے آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

آپ کا مخلص سیکرٹری گورنر اڑیسہ (ترجمہ)

وعدہ تحریک جدید اکتوبر کے پہلے ہفتہ تک ادا کرنیوالے

احباب کو آخری اطلاع

اس سے قبل اخبار بدر کی متعدد اشاعتوں میں یہ اعلان کیا گیا ہے کہ جماعت ہائے احمدیہ ہندوستان ۲۳ ستمبر بروز اتوار اپنی اپنی جگہ یوم تحریک جدید منائیں اور اس دن کوشش کریں کہ ان کی جماعتوں کے وعدہ کنندگان کی طرف سے سو فی صدی وصولی ہو جائے اور ایسے احباب جو اکتوبر کے پہلے ہفتہ تک سو فی صدی ادائیگی کر دیں گے ان کے نام حضرت اقدس امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے حضور دعا کے خاص کے لئے پیش کئے جائیں گے۔

امید ہے کہ ہندوستان کی جماعتوں نے ۲۳ ستمبر کو یوم تحریک جدید اس کی غرض و غایت کو مدنظر رکھتے ہوئے منایا ہوگا۔ احباب کی آگاہی کے لئے اب آخری دفعہ اعلان کیا جاتا ہے کہ ایسے احباب جو ۳۰ ستمبر تک اپنا وعدہ سو فی صدی ادا کر دیں گے ان کے نام اکتوبر کے پہلے ہفتہ میں حضرت اقدس کی خدمت میں دعا کے لئے پیش کئے جائیں گے اور ساتھ ہی اخبار بدر میں بھی شائع کئے جائینگے۔ اور یہ فہرست آخری ہوگی۔ کیونکہ تحریک جدید کا سال ۳۰ نومبر کو ختم ہو رہا ہے

آپ لوگ خدا تعالےٰ کے فضل سے اس مبارک تحریک میں شامل ہیں۔ لیکن ابھی تک آپ نے اپنا وعدہ سو فیصدی ادا نہیں کیا۔ آپ خواہ دفتر اول کے بائیسویں سال کے مجاہد ہوں یا دفتر دوم کے بارھویں سال کے آپ بہت بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کیونکہ آپ نے محمدی فوج کے سپاہیوں میں اپنا نام لکھوایا ہوا ہے۔ ایسا نہ ہو وقت آنے پر آپ پیچھے کھڑے رہ جائیں۔ آپ خود ہی غور فرما دیں کہ لڑائی کے وقت ایسے سپاہی سے کیا سلوک کیا جاتا ہے۔ آپ نے بھی وعدہ کیا ہے کہ میں اسلام اور احمدیت کے احیاء کے لئے اتنا روپیہ قربان کروں گا۔ مگر سال میں سے دس ماہ گذر گئے اور صرف دو ماہ باقی ہیں۔ آپ نے ابھی تک کوئی توجہ نہیں کی۔ پس اگر آپ اکتوبر کے پہلے ہفتہ کو بھی منی آرڈر ارسال کر دیں گے تو آپ کا نام حضرت اقدس کے حضور پیش کئے جانیوالی فہرست میں درج ہو سکے گا۔ اللہ تعالےٰ آپ سب کے ساتھ ہو اور زیادہ سے زیادہ خدمت سلسلہ کی توفیق بخشے۔ آمین۔ والسلام

خاکسار وکیل المال تحریک جدید قادیان

جناب ہوم سیکرٹری صاحب کا جواب

جناب سروپ کرشن صاحب آئی۔سی۔ایس چیف الیکٹورل آفیسر ہوم سیکرٹری حکومت پنجاب کی خدمت میں ان عہدوں پر فائز ہونے پر جماعت احمدیہ کی طرف سے تہنیت نامہ ارسال کیا گیا تھا۔ جس کے جواب میں ان کی ذیل کی چٹھی (مورخہ ۲۰ 9/56) موصول ہوئی ہے:۔

جناب ملک صلاح الدین صاحب ایم۔اے قادیان ضلع گورداسپور۔

مہربانم۔ میں آپ کی چٹھی نمبر الف-۱۶-۵۶/۲۲۷۸ 15-9-56 اور نیک خواہشات کا شکریہ ادا کرتے ہوئے یہ چٹھی ارسال کر رہا ہوں۔

آپ کا مخلص

ایس۔ کرشن۔ از چنڈیگڑھ۔

درخواستہائے دعا۔ (۱) میری اہلیہ شدید بیماری ہیں۔ ابھی تک سخت کمزور ہیں۔ احباب ان کی صحت عاجلہ کاملہ کے لئے دعا فرمائیں۔ حکیم محمد سعید مبلغ سری نگر۔

(۲) میرے شوہر مولوی سید ابوالحسن صاحب کچھ عرصہ سے گوناگوں تکالیف میں مبتلا ہیں۔ خصوصاً چند دن ہوئے مکان میں چلتے چلتے گر جانے کی وجہ سے گھٹنے میں سخت ضرب آئی ہے اور درد ناقابل برداشت ہے احباب جماعت اور بزرگان سلسلہ سے ملتجی ہوں کہ دعا فرما دیں کہ مولا کریم میرے شوہر محترم کو شفائے کاملہ عاجلہ عطا فرماوے۔ عاجزہ سیدہ امۃ الکریم اہلیہ مولوی ابوالحسن صاحب جمشید پور

بھگوت گیتا کی توہین نہیں کی گئی

یوپی کے وزیر اطلاعات کا بیان

لکھنؤ ۲۴ ستمبر۔ اتر پردیش کے وزیر اطلاعات شری کملاپتی ترپاٹھی نے کہا ہے کہ "مذہبی رہنماؤں" نامی کتاب کے خلاف ایجی ٹیشن کے دوران میں بھگوت گیتا کی توہین نہیں کی گئی۔ افسوس کا مقام ہے کہ کئی بار تردید ہونے کے باوجود اخبارات میں اس واقعہ کا بار بار حوالہ دیا جاتا ہے۔ فرقہ وارانہ اتحاد کے مفاد کے پیش نظر میں پھر کہتا ہوں کہ علی گڑھ میں بھگوت گیتا کی توہین کی خبر نہ صرف غلط ہے بلکہ بے بنیاد بھی ہے۔

ریاض ۔ ۲۵ ستمبر۔ کل رات یہاں پر وزیر اعظم ہندوستان مسٹر جواہر لال نہرو نے اعلیٰ حضرت شاہ سعود سے ملاقات کی۔ مسٹر نہرو سعودی عرب کے چار روزہ دورہ پر ریاض پہنچ گئے ہیں۔ کل جب وہ ریاض پہونچے تو ہوائی اڈہ پر ان کا شاندار استقبال کیا گیا۔ جیسے ہی مسٹر نہرو ہوائی جہاز سے باہر نکلے سعودی عرب کے وزیر اعظم و ولی عہد شہزادہ امیر فیصل نے بڑھ کر ان کا خیر مقدم کیا۔ اس موقعہ پر سعودی عرب کے دوسرے وزیر اور غیر ملکی سفارتی نمائندے موجود تھے۔ ہزاروں کی تعداد میں مرد اور عورتیں ہوائی اڈہ پر جمع تھیں۔ مسٹر نہرو کے جہاز سے اترتے ہی ہجوم نے تالیاں بجائیں اور "ہند عرب دوستی زندہ باد"، "مسٹر نہرو زندہ باد"، "شاہ سعود زندہ باد" کے نعرے لگائے۔ تالیوں اور نعروں کی آوازوں سے فضا بہت دیر تک گونجتی رہی۔

سعودی عرب پہنچنے پر ریاض کے ہوائی اڈہ کا خیر مقدم نہرو کے لئے کوئی نئی بات نہ تھی۔ اس سے قبل ظہران کے ہوائی اڈہ پر بھی ان کا ایسا ہی خیر مقدم ہو چکا تھا۔ سعودی عرب کی تاریخ میں یہ پہلی بار سعودی عرب کی پردہ پوش خواتین کسی غیر ملکی کے لئے ہوائی اڈہ پر جمع ہوئیں۔ مسٹر نہرو نے استقبال کرنے والوں کو ہاتھ جوڑ کر نمستے کہی۔

ریاض کے ہوائی اڈہ پر مسٹر نہرو نے ایک مختصری تقریر میں کہا کہ میں آپ کے ملک میں امن کا سفیر بن کر آیا ہوں۔ اور آپ کے ملک کا دورہ کروں گا۔ آج مسٹر نہرو نے شاہ سعود سے پھر ملاقات کی۔ اور مختلف مسائل پر تبادلہ خیالات کیا۔

نیویارک ۔ ۲۶ ستمبر۔ برطانیہ اور فرانس کی درخواست پر نہر سویز کے مسئلہ پر غور کے لئے سلامتی کونسل کا اجلاس آج رات ہونے والا تھا۔ کیوبا کے نمائندہ نے اعلان کیا کہ وہ یہ مطالبہ کرے گا کہ برطانیہ۔ فرانس اور مصر دونوں کی درخواستوں پر غور کیا جائے۔ سلامتی کونسل کے حلقوں نے جو کیوبا کے نمائندہ نے کہا ہے۔ کہ اگر سویز مسئلہ کے تمام پہلوؤں پر غور ہوتا تو اچھا تھا تاہم اب کیوبا یہ مطالبہ کرے گا کہ برطانیہ فرانس کی درخواست کے ساتھ مصر کی درخواست پر بھی غور کیا جائے۔ آسٹریلیا کے وزیر اعظم مسٹر مینزیز نے کل گینبرا میں پارلیمنٹ میں جو بیان دیا تھا اس پر تبصرہ کرتے ہوئے مصری سرکار کے نمائندہ نے کہا ہے کہ یہ بات قابل افسوس ہے کہ سلامتی کونسل کے اجلاس کے موقعہ پر مسٹر مینزیز نے اشتعال انگیزی کی ہے۔ ان کے بیان سے ظاہر ہے کہ مغربی دیش پرامن طور پر مسئلہ حل کرنے میں دلچسپی نہیں رکھتے۔ بلکہ وہ طاقت استعمال کرنا چاہتے ہیں۔

تل ابیب ۔ ۲۶ ستمبر اسرائیلی فوج کے ترجمان نے بتایا کہ اسرائیلی فوج نے کل رات جارڈن کے سرحدی گاؤں حسن پر جو حملہ کیا تھا اس میں جارڈن کے ۵۰ آدمی ہلاک ہو گئے۔ لڑائی چار گھنٹے جاری رہی وہ اکثر دو بدو لڑائی بھی ہوتی رہی اسرائیلی فوجوں نے جارڈن مورچوں کو ڈائنامیٹ لگا کر تباہ کر دیا۔ اسرائیل نے یہ حملہ جارڈن کے اس حملہ کے جواب میں کیا تھا۔ اس روز جارڈن کی فوجوں نے مشین گنوں سے حملہ کر کے اسرائیل کے تین آدمی ہلاک اور ۱۸ زخمی کر ڈالے تھے۔